وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

ماهنامه

میثاق

لاهور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رلفریجریٹرز، ایئر کنڈیشنرز اور فریزرز میں سب سے بہتر

سانیو
SANYO
خریدیئے

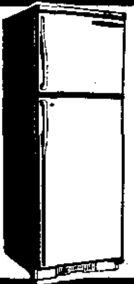

نوفراسٹ ریفریجریٹرز

اب پاکستان میں تیار/اسمبل کئے جاتے ہیں

• مختلف سائزمیں۔ دلکش رنگوں میں حفاظتی تالے کے ساتھ۔ اشیاء کے ذخیرہ کرنے کی زیادہ گنجائش۔ بازار جانے کی کم زحمت۔ مکمل کارکردگی۔ آزمودہ ریفریجریٹرز بڑے قدوقامت کے ۳ دروازے والے فیملی ماڈلز سے لیکر مجرد اشخاص کے لئے چھوٹے ماڈل تک دستیاب

بے آواز
رُوم ایئرکنڈیشنرز

گرمیوں میں سرد، سردیوں میں گرم ہوا
گنجائش ۱/۲ ٹن (۱۸،۰۰۰ بی ٹی یو/ایچ)
پاکستان میں تیار/اسمبل کردہ
ٹھنڈا کرنے کی زیادہ صلاحیت بجلی کا کم خرچ
بہتر کارکردگی کیلئے آٹو ڈفلیکٹر سے آراستہ
براؤن ٹیک میں فنش کی ہوئی جالی۔

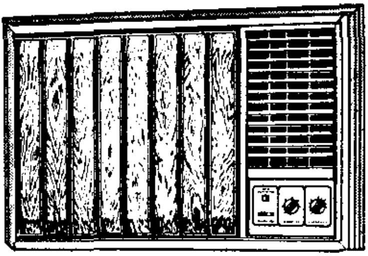

اِسپلٹ ٹائپ ایئرکنڈیشنرز

نیا روٹری کمپریسر آواز، ارتعاش اور بجلی کا خرچ کم کرنے کیلئے۔
دیوار پر نصب کیا جانیوالا ڈیزائن کمرہ میں قابلِ استعمال جگہ بچاتا ہے
۲۴ گھنٹہ کا وقتی سوئچ۔
آئی سی تھرموسٹیٹ صحیح ٹمپریچر برقرار رکھنے کے لئے
۳-اسپیڈ فین آپریشن سلیکٹر

دیوار فرش اور سیلنگ میں نصب کئے جانے کے قابل
ٹھنڈا کرنے کی صلاحیت ۱۵۰۰۰ تا ۳۵۷۰۰ بی ٹی یو

کرم فرما خصوصی توجہ فرمائیں۔
متذکرہ مصنوعات خریدتے وقت ورلڈ وائیڈ کمپنی کی جاری کردہ پانچ سالہ گارنٹی ضرور حاصل کریں تاکہ سروس بعد از فروخت کی مفت سہولت سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

پاکستان میں سانیو کی تمام مصنوعات کے سول ایجنٹس!

ورلڈ وائیڈ ٹریڈنگ کمپنی

سانیو سینٹر شوروم اور سروس سینٹر۔ گارڈن روڈ۔ صدر کراچی
فون: ۷۷۳۶۴ - ۷۸۷۴۹ - ۷۷۰۰۰
پاکستان: کیبل "WORLDBEST" ٹیلکس 25109 WWTCO PK

ماہنامہ

میثاق

لاہور

جلد : ۳۲ | شمارہ : ۴ | جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ مطابق اپریل ۱۹۸۳ء

عرض احوال ——— ۳
جمیل الرحمٰن

الہدیٰ (۲) ——— ۷
ڈاکٹر اسرار احمد

اصلاح معاشرہ کا قرآنی تصور ۱۸
ڈاکٹر اسرار احمد

قرآن کا اعلان بزبان ابوالکلام ۲۴

فرمان نبوی امر کم بخمس ۳۵
(شرح ملا علی قاری)

حسن انتخاب ——— ۴۱
"حضرت مولانا سید احمد شہید بریلوی"
احمد یعقوب چوہدری

رفتار کار ——— ۴۷
ادارہ

افکار و آراء ——— ۵۹

تبصرہ کتب ———

ادارۂ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید

سالانہ زرِ تعاون
۳۰/ روپے
قیمت فی شمارہ
۳ روپے

ناشر
ڈاکٹر اسرار احمد

طابع
چودھری رشید احمد

مطبع
مکتبہ جدید شارع فاطمہ جناح لاہور

مکتبہ تنظیم اسلامی
فون : ۸۵۴۶۱۱

إن شاء الله العزيز

حکمتِ قرآن

کا مارچ اور اپریل کا مشترکہ شمارہ

اشاعتِ خصوصی

کے طور پر ۱۵ر اپریل ۸۳ء تک منصّۂ شہود پر آجائے گا جس میں

ڈاکٹر اسرار احمد

کا ایک خطاب — بعنوان:

فرائضِ دینی کا قرآنی تصوّر

"اُسوۂ رسول علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں"

اور ایک صاحبِ خیر کا ایک اہم مضمون — بعنوان

"قدرت کے طبعی وتمدّنی قوانین اور اسلام وایمان"

شامل ہونگے — اور یہ اشاعتِ خصوصی اُن صاحبِ خیر کی جانب سے معتد بہ تعداد میں دلچسپی رکھنے والے اصحاب کو ہدیۃً پیش کی جائے گی — لہٰذا قارئینِ میثاق سے درخواست ہے کہ وہ جن حضرات کو یہ اشاعت ارسال کرانا چاہیں ان کے نام اور مفصّل پتے دفتر "ماہنامہ میثاق" ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن - لاہور - ۱۴ ، کے پتے پر ارسال کرکے تعاون فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

ہمارے قابلِ احترام بزرگ رفیق اور رُکن ادارۂ تحریر جناب شیخ جمیل الرحمٰن صاحب، جو میثاق کی ترتیب و تسوید میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں، ۱۸ فروری ۸۳ء کو اپنے معمول کے دورے پر کراچی تشریف لے گئے تھے اور ۱۲ مارچ کو ان کی لاہور مراجعت طے تھی لیکن اس دوران اُن کے بڑے بھائی جناب حفیظ الرحمٰن صاحب شدید طور پر علیل ہو گئے، جس کے باعث انہیں کراچی رُکنا پڑا اور ہنوز اُن کی تشریف آوری ممکن نہیں ہو سکی۔ لیکن وہ اپنے قیام کراچی کے دوران ایک لحظہ کے لیے بھی "میثاق" اور اس کی ذمہ داریوں سے اپنے ذہن کو فارغ نہیں کر سکے ؎

گزیں رہا ہائے ستم ہائے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

چنانچہ اپنی ہمہ وقتی مصروفیات کے باوصف نہ صرف یہ کہ انہوں نے ڈاکٹر صاحب کی تقریر "اصلاحِ معاشرہ کا قرآنی تصور" کے متعلقہ حصے کو ٹیپ سے منتقل کر کے ہمیں ارسال کیا اور "عرضِ احوال" تحریر کرنے کی ذمہ داری کو ادا کیا، بلکہ اس شمارے کا پورا خاکہ مرتب کر کے تمام تر تفصیلات کے ساتھ ہدایات بھی بھیج دیں۔ انہی ہدایات کی روشنی میں مرتب شدہ "میثاق" کا تازہ شمارہ آپ کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خدمتِ دین کے سلسلے میں شیخ صاحب کی ان کاوشوں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور ان کے بڑے بھائی کو صحتِ کاملہ عطا فرمائے۔ (عاکف سعید)

جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ مطابق اپریل ۸۳ء کا شمارہ ماہنامہ "میثاق" کے قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ الحمدللہ والمنۃ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ٹیلی ویژن کے "الہدیٰ" کے ٹائیٹل کے تحت دروس قرآن کی "میثاق" میں سلسلہ وار اشاعت کی شمولیت کی ہماری توقع سے زیادہ پذیرائی ہوئی۔ سابقہ پرچہ ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اور مانگ کا یہ عالم ہے کہ شاید اس کا دوسرا ایڈیشن طبع کرانا پڑے ـــ ان شاء اللہ "الہدیٰ" کے دروس کی اشاعت کا سلسلہ "میثاق" میں پابندی سے جاری رہے گا۔ اور کم از کم ایک نشست کا درس شامل اشاعت کرنے کی ہر ممکن سعی کی جائے گی ـــ ان دروس کی فصاحت و بلاغت، محکم اور مؤثر طرز استدلال کا اندازہ ہر قاری لگا سکتا ہے۔ البتہ ٹی۔وی پر ڈاکٹر صاحب موصوف کا دلنشین و دلآویز طرز تخاطب و تکلم اس درس کی تاثیر و افادیت میں نورٌ علیٰ نور اور سونے پر سہاگہ کا باعث ہوتا تھا۔ تحریر میں اس اثر انگیزی کو سمونا ممکن نہیں ہے۔

"الہدیٰ" کے بارے میں اکثر حضرات تحریری اور زبانی ہم سے سوال کرتے رہتے ہیں کہ یہ پروگرام کیوں بند کر دیا گیا؟ سوال کا انداز ایسا ہوتا ہے کہ گویا یہ پروگرام خود ڈاکٹر صاحب نے بند کیا ہے۔ ایسا نہیں ہوا بلکہ اصل صورتِ واقعہ اس ادارتی نوٹ میں بیان کر دی گئی ہے۔ جو مارچ کے میثاق کے شمارے میں اس سلسلے کے آغاز میں دیا گیا ہے۔ ایسے تمام مستفسرین سے گذارش ہے کہ وہ اس نوٹ کو ملاحظہ فرمالیں۔ صحیح صورتِ حال ان کے سامنے آجائے گی۔

ماہنامہ **حکمتِ قرآن** کا مارچ/اپریل کا شمارہ "اشاعتِ خصوصی" کے طور پر کثیر تعداد میں شائع کیا جا رہا ہے۔ جو ایک صاحبِ خیر کے "ایمان" کے موضوع پر ایک فکر انگیز مقالے اور محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے "ہماری دینی ذمہ داریاں" کے موضوع پر ایک ایمان و بصیرت افروز خطاب یعنی صرف ان دو مضامین پر مشتمل ہوگا۔ یہ شمارہ ماہنامہ "میثاق" کے مستقل سالانہ خریداروں کی خدمت میں بھی ہدیتہً ارسال کیا جائے گا۔ "میثاق" کے اکثر سالانہ خریدار "حکمت قرآن" کے بھی سالانہ خریدار ہیں۔ اس صورت میں ان کو "حکمتِ قرآن" کی اس اشاعتِ خصوصی کے دو پرچے ملیں گے۔ ایسے حضرات سے التماس ہے کہ وہ فاضل شمارہ اپنے حلقہ

احباب میں سے کسی علم دوست تک پہنچا کر تعاون فرمائیں۔ "میثاق" کے جن سالانہ معاونین نے تاحال "حکمت قرآن" کی سالانہ معاونت قبول نہیں فرمائی ہے، ان سے ہم درخواست کریں گے کہ وہ اس طرف توجہ دیں۔ دعوتِ رجوع الی القرآن کے اس جریدے کی سالانہ معاونت ان شاء اللہ تعاون علی البر شمار ہو گا۔ ماہنامہ "میثاق" اور ماہنامہ "حکمت قرآن" کے سالانہ معاونین سے ایک مزید گذارش یہ ہے کہ ان کے قریبی حلقۂ تعارف میں جو علم دوست حضرات تاحال دعوتِ رجوعِ الی القرآن اور تحریک دعوتِ الی اللہ سے متعارف نہیں ہیں، ان میں سے کم از کم پانچ حضرات کے اسمائے گرامی مفصل پوسٹل ایڈریس کے ساتھ ہمیں ارسال فرمادیں۔ ان شاء اللہ ایسے حضرات کی خدمت میں "حکمت قرآن" کی یہ اشاعتِ خصوصی ہدیۃً ارسال کر دی جائے گی۔ توقع ہے کہ "میثاق" کے مستقل معاونین اس سلسلہ میں مطلوبہ تعاون پیش فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

محاضراتِ قرآنی اور تنظیم اسلامی کے اجتماعات کے اعلانات گذشتہ شماروں میں شائع ہو چکے ہیں۔ توقع ہے کہ "میثاق" کا یہ شمارہ جب قارئین کرام کے ہاتھوں تک پہنچے گا تو ان دونوں پروگراموں کے انعقاد کا آغاز ہو چکا ہو گا۔ محاضراتِ قرآنی یکم اپریل تا ۵ اپریل شام کے اوقات میں قرآن اکیڈمی میں منعقد ہوں گے۔ جس میں پاکستان کے معروف اہلِ علم اور دانشور حضرات قرآنِ حکیم کے علوم، عظمت اور حِکم و معارف پر بیش قیمت مقالات پیش فرمائیں گے توقع ہے کہ بھارت سے بھی بعض اہلِ علم ان محاضرات میں شرکت فرمائیں گے۔

لاہور کے ماہنامہ "میثاق" کے قارئین کرام سے ہم پُرزور اپیل کریں گے کہ ان کے شہر میں علم و عرفان کا جو چشمہ صافی پانچ دن تک جاری رہے گا، اس سے خود بھی استفادہ کریں اور اپنے حلقۂ احباب کو بھی مستفید ہونے کی دعوت دے کر تعاون فرمائیں۔ توقع ہے کہ ان شاء اللہ العزیز ان محاضرات میں شرکت حاضرین کے قلب و رُوح کی تشنگی دُور کرنے اور ان کو تسکین و آسودگی دینے نیز فکر و نظر کو جلا بخشنے کا باعث ہو گی۔

جناب ڈاکٹر اسرار احمد ۱۰ مارچ کو عمرے کے لیے حجاز مقدس

تشریف لے گئے ہیں جہاں سے ان شاء اللہ ۲۵ مارچ کو موصوف کی مراجعت ہوگی۔[1] ارضِ مقدس کے بعض شہروں میں امیر محترم کے دروسِ قرآن کے پروگرام بھی پیشِ نظر تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے بڑے صاحبزادے عارف رشید صاحب ان کے ہمراہ ہیں۔ اُمید ہے کہ وہ واپسی پر اس سفر کی رُوداد "میثاق" کے لیے تیار کرلیں گے جو ان شاء اللہ آئندہ ماہ پیشِ خدمت ہوگی۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کی ۱۳ فروری سے ۹ مارچ کی دعوتی سرگرمیوں کی رُوداد "رفتارِ کار" کے مستقل عنوان کے تحت اسی شمارے میں قارئینِ کرام کی نظر سے گزرے گی۔

زرِ تعاون (بدلِ اشتراک) برائے بیرونی ممالک

بذریعہ ہوائی ڈاک

◆ بھارت اور مشرقِ وسطیٰ	۶ امریکی ڈالر	-/۶۰ روپے
◆ یورپی و افریقی ممالک جاپان اور ہانگ کانگ	۸ امریکی ڈالر	-/۸۰ روپے
◆ امریکہ، کناڈا اور آسٹریلیا	۱۲ امریکی ڈالر	-/۱۲۰ روپے

بھارت کے خریدار پاکستانی روپے میں ہمیں پاکستان میں ادائیگی کرادیں یا درج ذیل پتے پر رقم روانہ کرکے منی آرڈر کی رسید ہمیں ارسال کردیں۔ پرچہ جاری کردیا جائے گا۔ انشاء اللہ
مکتبۃ الرسالہ۔ جمعیت بلڈنگ، قاسم جان اسٹریٹ، بلیماران، دہلی ۶

---

[1] ڈاکٹر صاحب، بفضلہٖ تعالیٰ وعونہٖ، سفرِ عمرہ سے حسبِ پروگرام واپس تشریف لے آئے ہیں۔

الہُدیٰ (دوسری نشست)

لوازمِ نجات: سُورۃ العصر کی روشنی میں

پاکستان ٹیلی ویژن پر نشر شدہ درس

از: ڈاکٹر اسرار احمد

—— (۲) ——

السلام علیکم ـ نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ
صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ

ربّ اشرح لی صدری ویسّر لی امری واحلل عقدۃ من
لسانی یفقھوا قولی ط اٰمین یا ربّ العٰلمین،

سامعینِ مکرم وناظرینِ محترم! گذشتہ نشست میں ہم نے سورۃ العصر پر بطریق تذکّر کچھ غور کیا تھا ـ یعنی اس سورۂ مبارکہ سے اصل رہنمائی، اصل نصیحت اور اس کا اصل سبق حاصل کیا تھا ـ اور وہ یہ کہ ہم یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ از روئے قرآن حکیم انسان کی فوز و فلاح اور اس کی کامیابی و کامرانی کی شرائط چار ہیں ـ ایمان[۱]، عمل صالح[۲]، تواصی[۳] بالحق اور تواصی[۴] بالصبر ـ آج ہم اس سورہ مبارکہ پر بطریق تدبّر غور کا آغاز کر رہے ہیں ـ اس مقصد کے لئے اس سُورہ مُبارکہ کو دو حصّوں میں منقسم سمجھنا چاہیئے ـ پہلا حصّہ: وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ اور دوسرا حصّہ:

اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ٪ دوسری آیت چونکہ مرکزی آیت کے مقام کی حامل ہے لہٰذا وہ پہلی آیت سے بھی ملحق ہے اور تیسری آیت سے بھی - اس لئے وہ دونوں حصّوں میں مشترک ہے -

اب پہلے حصّہ پر نگاہوں کو مرتکز کیجئے - اس میں پہلی آیت ایک قسم پر مشتمل ہے " وَالۡعَصۡرِ " - (و) عربی میں حرف قسم ہے جیسے وَاللّٰہِ - اللہ کی قسم ہے، - ویسے ہی وَالۡعَصۡرِ - 'زمانے کی قسم ہے - عصر کا جب ہم ترجمہ کرتے ہیں تو لفظ زمانے کرتے ہیں - لیکن - اب ذرا گہرائی میں اتر کر غور کیا جائے کہ 'زمان' خود عربی کا لفظ ہے - اُسے یہاں استعمال نہیں کیا گیا - کوئی خاص وجہ ہے کہ لفظِ 'عصر' آرہا ہے ! اس کیلئے ذرا مزید غور کیجئے - عربی زبان کے دو الفاظ بڑے عجیب ہیں - 'دہر' اور 'عصر' - ان دونوں میں اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے جسے انسان نے ابھی ماضی قریب میں سمجھا ہے - اور وہ یہ کہ زمان و مکان دو جُدا حقیقتیں نہیں ہیں بلکہ Time & space یہ ایک ہی وحدت ہے - عربی زبان کے ان دونوں الفاظ میں زمان و مکان کی وحدت کی طرف اشارہ ہے لیکن 'دہر' میں مکان کی وسعت کی طرف زیادہ توجہ ہے اور 'عصر' میں اس Time & space complex کے زمانی عنصر (Element) کی طرف توجہ کی گئی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ ان دونوں الفاظ سے قرآن حکیم میں دو سورتیں موسوم ہیں - سورۃ الدھر انتیسویں پارے میں اور یہ سورۃ العصر ہے تیسویں پارے میں - جس پر اس وقت ہم غور کر رہے ہیں - سورۃ الدہر کا آغاز ہوتا ہے : هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡـًٔا مَّذۡکُوۡرًا ۝ " اور زیر مطالعہ سُورت کے آغاز کی آیت ہے 'والعصر' دہر اور عصر میں جو بنیادی فرق سامنے آیا اب اس کے اعتبار سے غور کیجئے تو 'عصر' کا ترجمہ ہوگا - تیزی سے گزرنے والا زمانہ، جدید فلسفے میں جو وقت اور زمان کی بحث آتی ہے، اس میں آپ کو الفاظ ملیں گے 'Serial Time' جس سے مراد ہے زمانِ

مسلسل ۔ یہ وقت وہ ہے جو گزرتا ہے ۔ اس میں ماضی، حال اور مستقبل کی تقسیم ہے ۔ اور ایک ہے زمانِ مطلق Pure duration or Absolute time جس میں گزرنے کا کوئی سوال نہیں ہے ۔ عربی زبان میں اعصار کہتے ہیں تندو تیز آندھی کو، جھکڑ کو ۔ دن میں عصر کا وقت وہ ہے جب کہ دن تیزی سے ختم ہو رہا ہوتا ہے ۔ پورا دن گزر چکا تھوڑا سا وقت باقی ہے جو تیزی سے گزرتا ہے ۔ اب ہم یہاں جب "والعصر" کی ترجمانی کریں گے تو مفہوم ہوگا "تیزی سے گزرنے والا زمانہ گواہ ہے"۔ آپ غور کریں گے تو یہ وہ تصور ہے جو ہر زبان کے ادبِ عالیہ میں ملے گا ۔ اردو کا بڑا پیارا شعر ہے ۔ ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی　　　گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

انگریزی میں بھی Psalm of Life مشہور نظم ہے :

Art is long and time is fleeting
And our hearts though stout and brave

Still, like muffled drums are beating
Funeral marches to the grave

ہمارے دل کی ہر دھڑکن ہمیں قبر سے قریب تر کر رہی ہے ۔ اس سورۂ مبارکہ میں چونکانے اور جھنجھوڑنے کا انداز ہے ۔ وَالعصر ! اے غافل انسان ! ذرا اپنی غفلت میں زمانے کو ٹھہرا ہوا محسوس کرتا ہے ۔ یہ وقت جو تیری اصل پونجی ہے، جو تیرا راس المال ہے، جو تیرا اصل سرمایہ ہے ۔ اسی میں بننا ہے تجھے جو کچھ بنا ہے ۔ اور اسی میں تجھے بنانا ہے جو کچھ بنانا ہے ۔ لیکن تیری یہ اصل پونجی برف کے مانند پگھلتی چلی جا رہی ہے ۔ یہ چونکانے کا انداز، نیند کے ماتوں کو بیدار کرنے کا انداز اس ایک آیت "والعصر" میں مضمر ہے ۔ واقعہ یہ ہے کہ انسان کی گمراہی کے بہت سے اسباب میں سے ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ وہ زمانے کی وسعتوں میں گم ہو جاتا ہے ۔ وہ جو علامہ اقبال نے کہا کہ : ؎

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے　　　مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

اس گمشدگی کے عالم سے انسان کو نکالنے کے لئے یہ اسلوب نہایت بلیغ ہے، نہایت موثر ہے ۔ وَالعصر! 'زمانہ گواہ ہے'۔ کس حقیقت پر گواہ ہے ۔ ؟ کس چیز پر گواہ ہے؟ اب اس کا ربط قائم ہوتا ہے، دوسری آیت سے جو اس سورہ کی درمیانی اور مرکزی آیت ہے ۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ہ اس آیت میں اِنَّ حرف تاکید ہے ۔ الف لام جو 'انسان' پر داخل ہوا ۔ اس نے اس میں حصر کا مفہوم پیدا کر دیا ۔ تمام انسان ۔ اس سے قبل اِنَّ حرفِ تاکید ہے ۔ فِی حرفِ جار ہے 'خسرٍ' بہت بڑا خسارہ اب دونوں آیتوں کے ربط سے ترجمانی یوں ہو گی کہ "زمانہ گواہ ہے کہ بالیقین تمام انسان ایک خسرانِ عظیم، ایک بہت بڑے گھاٹے اور ایک بڑی تباہی اور بربادی سے دوچار ہونے والے ہیں ۔"

یہ جو ایک خبر، اطلاع یا فیصلہ سامنے آیا، میں چاہوں گا کہ اب ذرا پوری توجہ اس کی طرف مرتکز کیجئے ۔ کوئی حساس انسان اگر نوع انسانی کی کیفیات کا مشاہدہ کرے گا تو سب سے نمایاں جو حقیقت اس کے سامنے آئے گی وہ یہ کہ انسان بڑے بوجھوں تلے دبا ہوا ہے ۔ بڑی مشقت، بڑی محنت اور طرح طرح کے مصائب اور مشکلات ہیں، جن سے ہر انسان دوچار ہے ۔ انسانوں کی کثیر تعداد تو وہ ہے جس کو صبح سے شام تک کمر توڑ دینے والی مشقت کے باوجود دو وقت کا پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہے ۔ بے شمار انسان وہ ہیں کہ جن کے بچے انکی آنکھوں کے سامنے دوا دارو کے بغیر دم توڑ دیتے ہیں چونکہ ان کو اتنی مقدرت نہیں ہے کہ وہ بچوں کا علاج و معالجہ کرا سکیں ۔ پھر اس کو دکھ لگے ہوئے ہیں ۔ کبھی اولاد کی محبت میں یہ تڑپتا ہے، کبھی مال کی تمنا اسے رلاتی ہے ۔ کبھی کسی عزیز کی طرف سے اسے صدمہ پہنچتا ہے ۔ کبھی اس کے جذبات کو کوئی ٹھیس لگتی ہے ۔ طرح طرح کے مصائب و مشکلات اور رنج و الم، واقعہ یہ ہے کہ نوعِ انسانی کا مقدر ہے ۔ اس کی طرف قرآن حکیم نے آخری ہی پارے کی سورۃ البلد میں کلیہ بیان فرمایا کہ:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ ۝ "یقیناً ہم نے نوع انسان کو محنت مشقت ہی میں پیدا کیا ہے"۔ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر ہر قلبِ حساس رکھنے والا شخص دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ غنیمت ہے کہ قلبِ حساس ہر انسان کو نہیں ملا۔ ورنہ ایک نہیں لاکھوں ہوتے گوتم بدھ جو انسان کے دکھوں کو دیکھ کر اس تہذیب و تمدن کی دنیا سے مُنہ موڑ کر جنگلوں میں جا دھونی جماتے!۔ اس حقیقت کو ایک شعر میں اس انداز سے مرزا غالب نے بھی بیان کیا کہ:

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں؟

لیکن قرآن کا بیان کچھ اور ہے۔ یہاں یعنی دنیا تک تو معاملہ اتنا ہے کہ انسان کی حیثیت بھی بار برداری کے کسی حیوان کی اور کولھو کے کسی بیل کی سی ہے ہر ایک کیلئے محنت ہے مشقت ہے۔ مزید فرق یہ ہے کہ انسان کے جذبات و احساسات بھی ہیں، اس کے جذبات کو بھی ٹھیس لگتی ہے۔ جبکہ لدو اونٹ کے لئے یا کولھو کے بیل کے لئے یہ سوہانِ رُوح نہیں ہے۔ لیکن انسان کے المیے کا نقطۂ عروج اصل میں وہ مرحلہ ہوگا جب یہ ساری مشقتیں جھیل کر، یہ ساری مصیبتیں برداشت کر کے انسان دفعتاً اپنے مالک کے حضور میں پیش کر دیا جائے گا۔ جواب دہی بھی کرو، تم کیا کر کے آئے ہو۔ ہم نے تمہیں جو مہلت عمر دی، اس میں کیا بنایا! کیا کمایا! خیر کے کام کئے یا شر کے، نیکی کمائی یا بدی! ہماری طرف رُخ رکھا یا دنیا ہی کو اپنا مقصود و مطلوب بنا لیا!۔ ایک ایک فعل اور عمل کا حساب دو، ایک ایک قول کا حساب دو: مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ۝ (ق)، "کوئی لفظ اس (انسان) کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لئے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو"۔ ظاہر بات ہے کہ یہ معاملہ انسان کا ہے حیوان کا نہیں ۔۔ انسان کو جو شرف ملا ہے اور اشرف المخلوقات کا جو مقام اُسے حاصل ہے یہ اس کا نتیجہ ہے کہ وہ ذمہ دار اور جواب دہ

ہے۔ Responsible اور Accountable ہے۔ جس کا نقشہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں کھینچا ہے کہ : لن تزول قدم ابن آدم۔ ابن آدم کے قدم ہل نہ سکیں گے، جواب دہی کے کٹہرے سے وہ جنبش نہیں کر سکے گا۔ حتی یسئل عن خمسٍ۔ جب تک کہ اس سے پانچ باتوں کا جواب نہ لے لیا جائے گا۔ عن عمرہ فیما افنیٰ۔ اس کی عمر کے بارے میں کہ کہاں ضائع کی کہاں کھپائی! دیکھئے سورۃ العصر کے ساتھ اس کا ایک گہرا تعلق ہے۔ وعن شبابہ فیما ابلیٰ۔ خاص طور پر عمر کا وہ حصہ جسے شباب کہتے ہیں، امنگوں کا دور۔ ولولوں کا دور۔ جسم و جان میں جبکہ حرارت اور توانائی ہوتی ہے۔ اپنی عمر کا وہ قیمتی حصہ کہاں ضائع کیا۔؟ وعن مالہ فیما انفقہ ومن این اکتسبہٗ۔ اور مال کے بارے میں کہاں سے کمایا، حلال یا حرام سے، جائز سے یا ناجائز سے اور کہاں خرچ کیا، ادائے حقوق میں صرف کیا یا اللوں تللوں میں اور یا عیاشیوں اور بدمعاشیوں میں وہ مال صرف کیا اور آخری اور سب سے کٹھن سوال ہے۔ عمّا عَمِل فیما عَلِمَ۔ جو علم حاصل ہوا اس میں سے عمل کتنا کیا۔ ان میں سے ایک ایک کی جواب دہی ہے۔ یہ وقت ہے جب کہ انسان پکار اٹھے گا، یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا، ہائے بدبختی! کاش کہ میں مٹی ہو جاتا! اسی وقت کے احساس کو مدنظر رکھتے ہوئے نسل انسانی کے گل سرسبد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ لرزتے اور کانپتے رہے ہیں۔ آنجناب ایک عجیب کیف کے ساتھ فرمایا کرتے تھے، کاش! کہ میں ایک چڑیا ہوتا، درختوں پر چہچہانے والی چڑیا۔ جس سے محاسبہ نہیں ہوگا۔ جس کو جواب دہی کرنی نہیں ہوگی۔ کاش! کہ میں گھانس کا ایک تنکا ہوتا۔ جو جل کر نسیًا منسیًا ہو جاتا ہے۔ اس کا محاسبہ نہیں، اس کے لئے جواب دہی نہیں۔

یہ ہے وہ معاملہ جس کو آخری ہی پارہ کی ایک اور سورت میں بڑی شانِ جلال کے ساتھ فرمایا کہ: یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ (الانشقاق) ''اے انسان! تجھے یہ مشقتیں جھیل کر محنتیں برداشت کر کے یہ تمام

بوجھ اٹھاتے ہوئے بالآخر اپنے رب کے ساتھ ملاقات بھی کرنی ہے "۔ ایک وقت آئے گا جب تم اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو گے اور تم کو جواب دہی کرنی پڑیگی تمہارا محاسبہ ہو کر رہے گا ۔ اس کی بڑی اچھی عکاسی اس شعر میں کی گئی ہے کہ:

؎ اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

یہ ہے وہ مرحلہ جس کے احساس کی شدت سے ایک شاعر پکار اٹھا کہ

؎ مرا اے کاش کہ مادر نہ زادم ۔ اے کاش ! میری ماں نے مجھے جنا نہ ہوتا۔

یہ انسان کے المیّہ کا نقطۂ عروج ہے، یہ اس کا climax ہے ۔ ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھیئے اور اب پھر اِن دو آیات کی طرف توجہات مرتکز کیجیے کہ وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ اس کے نتیجے میں ایک مایوسی کی سی کیفیت محسوس ہو گی ۔ اس کا علاج ہے جو آخر آیت میں ہمارے سامنے آئے گا ۔ ایک استثنائیہ ہے ۔ گویا کہ انسان پکار کر سوال کر رہا ہے اَیْنَ الْمَفَرُّ؟ کہیں اس خسران سے بچنے کی کوئی صورت ہے بھی کہ نہیں ؟ اس خسارے سے بچاؤ کی کوئی شکل ہے کہ نہیں ؟ اب اس کا جواب ہے جو اس سورۂ مبارکہ کی تیسری آیت میں دیا گیا ہے جو آخری آیت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

اس تیسری آیت پر اب ان شاء اللہ آئندہ نشست میں گفتگو ہو گی ۔

آج جو کچھ میں نے عرض کیا ہے اس کے بارے میں کوئی مزید وضاحت مطلوب ہو تو میں حاضر ہوں ۔

سوال : ڈاکٹر صاحب ! اس سورت میں جو لفظ العصر آتا ہے اس سے ایک یہ مغالطہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید یہ اُسی زمانے کے بارے میں کہا گیا ہے جب یہ سورت نازل ہوئی تھی ۔ ایک یہ زمانہ ہے، جس سے ہم گزر رہے ہیں تو اس طرح زمانوں کی کوئی تفریق تو اثر انداز نہیں ہوتی ۔ !

جواب : ایسی کوئی بات نہیں ہے - اس کا عمدہ جواب علامہ اقبال کے ایک شعر کے حوالے سے سُن لیجئے :

؎ زمانہ ایک حیات ایک کائنات بھی ایک دلیل کم نظری قصۂ قدیم و جدید

انسان اور اس کے عواقب و میلانات بھی وہی ہیں جو پہلے تھے - خارجی حالات بدلے ہیں - لیکن انسان کے اندر کی دنیا وہی ہے جو پہلے تھی اور زمانہ اور اس کی وسعتیں اور اس کی شہادتیں بھی وہی ہیں جو پہلے تھیں - اگر ہم غور کریں تو زمانے کے متعلق ایسے محسوس ہو گا کہ جیسے ایک چادر ہے جو ازل سے ابد تک تنی ہوئی ہے اور یہ ایک ہی حقیقت ہے اس میں کوئی رخنہ نہیں ہے اور زمانے کی یہ چادر ہے یہ درحقیقت چشم دید گواہ قرار دی جا سکتی ہے اُن اقوام و امم کے عروج و زوال اور ان کے ترفع و تنزّل کے قصص کی جن کا قرآن حکیم میں ذکر ہے - اس طرح قرآن مجید میں جو تاریخی واقعات مذکور ہیں، گویا آیت وَالعَصرِ میں ان کی طرف بھی اشارہ موجود ہے - اس میں قدیم و جدید کی کوئی تفریق یا تقسیم درست نہیں ہے -

سوال : ڈاکٹر صاحب ! اس سورۃ العصر کا اپنی ما قبل سورۃ التکاثر اور مابعد سُورۃ الہمزہ سے بھی کوئی ربط و تعلق ہے - اگر ہے تو براہ نوازش اسکو واضح فرمائیں - ؟

جواب : اس پر شاید میں اس سورہ مبارکہ کے مطالعہ کے اختتام پر کچھ عرض کرتا - لیکن اب جبکہ سوال کر ہی لیا گیا ہے تو اسی موقع پر عرض کر دیتا ہوں - انسان جب اس زمانے میں گم ہو جاتا ہے اور حقائق پر اس کی نگاہ نہیں رہتی تو جو کیفیت ہوتی ہے اس کا عکس سورۃ التکاثر میں بیان کیا گیا ہے : اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ ہ " تمہیں غافل کئے رکھا بہتات کی طلب نے " - میں نے عرض کیا تھا

کہ سُورۃ العصر چونکا دینے کے انداز میں سامنے آتی ہے - آغاز ہی اس سے ہوتا ہے : وَالعصر - تیزی سے گزرنے والا زمانہ گواہ ہے کہ مہلت عمر کسی آن ختم ہو سکتی

ہے۔ تمہاری پونجی برف کے مانند پگھل رہی ہے۔ لہٰذا جاگو، ہوش میں آؤ۔ یہی اسلوب سورۂ التکاثر اور اس سے ماقبل کی سورۂ القارعۃ کا ہے۔ پھر اس غفلت اور مال کی بہتات کی طلب کا جو عملی نتیجہ انسان کے اخلاق اور کردار میں گراوٹ اور پستی کا نکلتا ہے اور اس میں جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، ان کا ذکر سورۃ الہمزہ، میں ہے: وَیۡلٌ لِّکُلِّ ہُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۣ ۙ الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَہٗ ۙ "تباہی اور بربادی ہے ہر اس شخص کے لئے جو لوگوں پر طعن اور چغلی کرنے کا عادی ہے (خواہ وہ منہ در منہ ہو خواہ پیٹھ پیچھے) جس نے مال سمیٹ سمیٹ کر اور اس کو گن گن کر رکھا۔" اخلاقی اعتبار سے بھی پستی اور مال کے اعتبار سے بھی بخل اور حرص، یہ چیزیں انسان پر مسلّط ہو جاتی ہیں۔ ان دونوں سورتوں اَلتَّکَاثُرُ اور الہمزہ کے درمیان نہایت حسین اور خوبصورت نگینے کی حیثیت سے سورۃ العصر جڑی ہوئی ہے۔ ان دونوں کیفیتوں سے بچنے کی صورت یہی ہے کہ اس سورۃ مبارکہ کو حرزِ جاں بنایا جائے۔ وَالۡعَصۡرِ ۙ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ۔

سوال: ڈاکٹر صاحب! خسارہ سے مراد کس قسم کا خسارہ لیا جائے؟

جواب: عربی زبان میں خسارے سے مراد مالی نقصان اور گھاٹا بھی ہے۔ لیکن قرآن مجید میں عربی الفاظ کو اختیار کر کے اصطلاحات کی حیثیت دی ہے۔ لہٰذا قرآن مجید خسارہ سے مراد لیتا ہے آخرت کی ناکامی، نامرادی بربادی، تباہی۔ چنانچہ قرآن کہیں کہے گا: "ذٰلِکَ ہُوَ الۡخُسۡرَانُ الۡمُبِیۡنُ ۔ کہیں کہے گا "اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ۔ کہیں کہے گا: وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ ۚ وَہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ۔" اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کسی اور دین (نظامِ حیات و اطاعت) کو اختیار کرے تو اس کا یہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نامرادوں اور ناکاموں میں شامل

ہوگا" لہٰذا سورۃ العصر میں یہ لفظ (خُسر) نہایت جامع مفہوم کے ساتھ آیا ہے۔ 'خُسر' دراصل فلاح، فوز، کامیابی، کی ضد ہے۔ ایک وہ شخص ہے جس نے خیر کے اُس جذبے کو جو اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں ودیعت فرمایا تھا، صحیح رُخ پر پروان چڑھایا اور خیر کے اعلیٰ اوصاف کے مطابق اپنی سیرت کی تعمیر کی۔ یہ شخص کامیاب ہوا اور یہی شخص اعلیٰ و ارفع انجام کو بھی پہنچا۔ ایک دوسرا شخص وہ ہے۔ جس نے شر کا راستہ اختیار کیا۔ بُرائیوں کو اپنایا۔ بدی کمائی تو الیا شخص آخرت میں ناکام اور خاسر رہ گیا۔ پس 'خسارہ' یہاں اس جامع مفہوم میں آیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب! عام مشاہدہ تو یہ ہے کہ وہ اقوام اور وہ لوگ جو ان اوصاف سے خالی ہیں جن کی وضاحت اس سورت کے حوالے سے سامنے آتی ہے وہ دنیا میں بڑی کامیاب زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ تو ناکام اور خاسر قرار نہیں دیئے جا سکتے! براہ کرم اس اشکال کو رفع فرما دیجئے۔

جواب: قرآن حکیم کا چونکہ اصل مضمون یہ ہے کہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے: وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ۔ اور دنیا کی یہ زندگی بغرضِ امتحان و آزمائش ہے: خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط۔ لہٰذا جیسا کہ میں نے اس سے پہلے سوال میں عرض کیا کہ خسارے، تباہی، بربادی اور نامرادی و ناکامی کا ذکر قرآن مجید کرتا ہے تو اس میں اصلاً پیشِ نظر آخرت ہی ہوتی ہے۔ دنیا اس کے تابع ہوتی ہے۔ چنانچہ سورہ التغابن میں جو اٹھائیسویں [28] پارے کی سورت ہے، فرمایا: ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ط ہار اور جیت کے فیصلے کا اصل دن وہ یعنی آخرت کا دن ہے۔ اس دن معلوم ہو گا کہ کون حقیقتاً کامیاب و کامران رہا اور کون ناکام، نامراد اور خاسر رہا! باقی رہا یہ کہ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ دنیا میں بھی کامیاب ہو تو ان شاء اللہ اگلے درس میں مَیں بیان کروں گا کہ دنیا میں حقیقی کامیابی کے لوازم بھی وہی ہیں جو اس سورہ

مبارکہ میں بیان ہوئے ہیں۔ ہم جس ظاہری چمک دمک سے اس مغالطے میں آجاتے ہیں کہ دُنیا میں وہ لوگ جو قرآن پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، وہ بڑی کامیاب زندگی بسر کر رہے ہیں حالانکہ ان کے اپنے المیے اور اپنے مصائب ہیں۔ ان کی ظاہری کامیابی کے اسباب دوسرے ہیں ——— بہرحال اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جو بات اصل میں قرآنِ حکیم کے مدِّ نظر ہے وہ ہے اُخروی نجات، اُخروی کامیابی اور اُخروی فوز و فلاح ———

حضرات! آج ہم نے اس سُورہ مبارکہ کے جزوِ اوّل پر کسی قدر مزید گہرائی میں اتر کر غور کر لیا۔ عملی اعتبار سے جو اس کا اہم ترین حصہ ہے وہ اسکی تیسری یعنی آخری آیت ہے۔ اس پر ان شاء اللہ آئندہ نشست میں گفتگو ہوگی۔

وَآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

اعتذار: ہم انتہائی ندامت اور رنج کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ "میثاق" کے فروری ۸۳ء کے شمارے میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے خطاب "اصلاحِ معاشرہ کا قرآنی تصور" کے پہلے صفحے (ص ۲۵) پر سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۴ کی نقل میں یہ سہو ہو گیا ہے کہ اس آیت کے ابتدائی حصّے میں وَاَزْوَاجُکُمْ کے بعد "وَعَشِیْرَتُکُمْ" لکھنے سے رہ گیا ہے۔ اور یہ غلطی پروف ریڈنگ کے وقت بھی پکڑی نہ جاسکی۔ اس سہو پر ہم بارگاہِ ربّ العزّت میں عفو کے طالب ہیں ——— (ادارہ)

بسم اللہ اولہٗ و آخرہٗ

اِصلاحِ مُعاشرہ کا قرآنی تصوّر

ڈاکٹر اسرار احمد
کا خطاب نمبر ۲

خطبۂ مسنونہ، سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۴ تا سورۃ العلق کی آیات نمبر ۶ تا ۸ نیز ادعیہ ماثورہ کے بعد محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے فرمایا :

حضرات آپ کو یاد ہو گا کہ گذشتہ جمعہ میری تقریر کا موضوع تھا " اصلاحِ معاشرہ کا قرآنی تصوّر " آج بھی اسی موضوع پر مجھے اظہارِ خیال کرنا ہے۔ گویا میری آج کی گفتگو پچھلے جمعہ کی تقریر کے تسلسل میں ہے اور اسی سے مربوط ہے۔ اسی موضوع کی آخری کڑی انشاء اللہ میری وہ تقریر ہو گی جو مجھے آج رات کو مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کی دس سالہ تقریب کے ضمن میں جناح (ٹاؤن) ہال میں افتتاحی اجلاس میں کرنی ہے

پچھلے جمعہ کو میں نے جو کچھ عرض کیا تھا پہلے اس کے ملخّص کو اپنے ذہن میں تازہ کر لیجئے تاکہ آج بات آگے بڑھائی جا سکے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ اصلاحِ معاشرہ کی کوششوں کی تین سطحیں ہیں۔ جن میں سے پہلی کو ہم اس کی جڑ یا بنیاد یا اساس قرار دے سکتے ہیں یا جس کے لیے میں نے لفظ استعمال کیا تھا اس کا "پیر" — دوسری سطح درمیانی درجہ سے متعلق ہے گویا اس کا دھڑ — اور تیسری سطح وہ ہے جس کو اس کام کی ذروۃ السنام یعنی چوٹی قرار دیا جا سکتا ہے۔ جسے میں نے اس کے سر سے تعبیر کیا ہے — پھر میں نے تجزیہ کر کے بیان کیا تھا کہ اس وقت جو تھوڑی بہت کوشش ہو رہی ہے جس کا اخبارات اور ذرائع ابلاغ میں خوب چرچا ہو رہا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کوشش میں نہ اس کا پیر سامنے ہے اور نہ ہی اس کا سر — صرف درمیانی درجے پر نیم دلانہ قسم کی کچھ توجہات مرتکز ہیں،

وہ بھی میرے نزدیک محض نمائشی نوعیت کی ہیں گویا ذرائع ابلاغ کے ذریعے لوگوں کو اطمینان دلانا مقصود ہے کہ اس ضمن میں حکومتی سطح پر کام ہو رہا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔

اصلاحِ معاشرہ کی جڑ اور بنیاد کیا ہے! اس کے متعلق میں نے تفصیل سے عرض کیا تھا کہ وہ یہ ہے کہ انسان کی سیرت و کردار کی مثبت تعمیر کا اہتمام ہو۔ اس لیے کہ معاشرہ افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر انفرادی سیرت سازی اور تعمیر کردار کا مثبت پروگرام اصلاحِ معاشرہ کی تحریک میں شامل نہ ہو تو ظاہر بات ہے کہ اس تحریک کی کامیابی ممکن نہیں ہے۔ یہی اس کی جڑ ہے۔ یہی اس کی اساس ہے۔ یہی اس کی بنیاد ہے۔ اور یہی اس کا پیر ہے۔

اس کی چوٹی کیا ہے!! اس کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ جب تک انسان کے اردگرد جو ماحول ہے، اس میں اگر ایک منصفانہ اور مبنی بر عدل و قسط اور انصاف نظام قائم نہیں ہے تو اس سے بھی انصاف میں مثبت تعمیری احساسات و جذبات پیدا نہیں ہوں گے بلکہ ظلم و عدوان اور استحصالی و استبدادی نظام کے فطری تقاضے کے نتیجے میں نفرت و کدورت، عداوت اور انتقام کے جذبات پیدا ہوں گے ــــ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے کہ جیسے کوئی پودا زمین سے نکلتا ہے، اس کی ایک جڑ ہے لیکن اگر اس پودے کو فضا سازگار میسر نہ ہو۔ اگر اس کی نشوونما کے لیے ماحول میں جو کچھ درکار ہے، وہ موجود نہ ہو تو پودا پروان نہیں چڑھے گا۔ جڑ اور زمین، یہ تو ہے انفرادی سیرت و کردار کی تعمیر ــــ اور ماحول درحقیقت وہ نظام ہے جس میں انسان سانس لے رہا ہوتا ہے۔ جس میں لوگوں سے اس کے روابط ہوتے ہیں۔ اگر وہ نظام ظالمانہ و جابرانہ ہے، استحصالی ہے، اس میں استبداد ہے، اس میں جبر ہے نارو امتیازات اور فرق و تفاوت DISCRIMI NATION ہے تو ظاہر بات ہے کہ اس کا ردِّ عمل انسان کے افکار و اعمال پر پڑنا لازمی ہے جس سے انسان میں تعمیری احساسات و جذبات وجود میں نہیں آئیں گے بلکہ تخریبی احساسات و جذبات وجود میں آئیں گے۔ اور محبت و اخوت کی بجائے نفرت اور انتقام کے جذبات پروان چڑھیں گے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ ان کے درمیان کی شے ہے۔ کچھ اوامر و نواہی کا نظام اور

کے لیے ممد و معاون ہوتا ہے، لیکن یہ جڑ اور چوٹی یعنی پیر اور سر کے بین بین شے ہے۔ یعنی دھڑ سے متعلق ہے لیکن اگر پیر اور سر کی دونوں چیزیں نہیں ہیں تو یہ شے درمیان میں معلق ہے۔ اس کی جڑ نہ زمین میں ہے اور نہ ہی اسے فضا اور ماحول سے غذا مل رہی ہے۔ لہٰذا محض تعزیری و احتسابی نظام سے جو نتائج نکلنے چاہئیں وہ نہیں نکل رہے۔ اس میں اصلاح کی مساعی بھی ناکام ہو رہی ہیں۔

تعمیرِ کردار اور سیرت سازی کے لیے مَیں نے عرض کیا تھا کہ اس میں اصل اہمیت انسان کے فکر کی نہیں بلکہ اصل اہمیت اس کے جذبے اور ارادے کی ہے۔ یقیناً فکر اگر اپنی جگہ صحیح نہیں ہے تو عمل کے غلط رُخ اختیار کرنے کی ایک بنیاد پڑ جگی لیکن انسان نیکی و بدی اور اچھائی و بُرائی کے معاملہ میں کسی مغالطہ میں مبتلا نہیں ہوتا۔ اس بارے میں قرآن حکیم کی شہادت موجود ہے : وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا ۔ فطرتِ انسانی اس سے خوب آگاہ ہے کہ خیر کیا ہے! شر کیا ہے۔ نیکی کیا ہے! بدی کیا ہے! فجور کیا ہے اور تقویٰ کیا ہے!!

اصل روگ اور مرض مَیں نے مرزا غالب کے اس شعر کے حوالے سے بیان کیا تھا کہ ؎

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد پر طبیعت اِدھر نہیں آتی

یہ طبیعت کو راغب کرنا ہی اصل شے ہے۔ یعنی انسان کے اندر یہ جذبہ اور ارادہ ابھرے کہ وہ بدی کے خلاف مدافعت و مقاومت (RESIST) کر سکے۔ خواہ اُسے اس میں فوری طور پر کوئی منفعت حاصل ہو رہی ہو، فوری طور پر کوئی لذّت محسوس ہو رہی ہو۔ لیکن جب اس کا ضمیر یہ کہے کہ یہ شے یا یہ کام فی نفسہٖ بُرا ہے، یہ بدی ہے تو اندر اس کی قوتِ ارادی اتنی مضبوط ہونی چاہیئے کہ وہ فوری منفعت یا فوری لذّت سے کنارا کش اور دستبردار ہو سکے۔ اسی طرح جب اس کے اندر سے کوئی چیز اُسے بتا رہی ہو کہ یہ کام یا یہ چیز خیر ہے، بھلائی ہے، نیکی ہے تو اس کو اختیار کرنے کے لیے اس کے اندر اتنی مضبوط قوتِ ارادی موجود ہو کہ خواہ اس کام میں بظاہر نقصان ہو رہا ہو، بظاہر اس سے کوئی تکلیف آ رہی ہو۔ بظاہر اس سے اس کا کوئی دوست یا عزیز ناراض ہو رہا ہو لیکن جو چیز خیر کی ہے، عدل و انصاف

لی ہے وہ اسے بہر طور اختیار کرلے گا۔ جیسے قرآن حکیم میں فرمایا:
وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ یعنی "(عدل و قسط کی بات کہو) چاہے وہ تمہارے اپنے خلاف پڑے خواہ وہ تمہارے والدین یا اعزّہ واقارب کے خلاف پڑ رہی ہو۔"

اب غور کیجئے کہ وہ کون سی چیز ہے جو انسان کو ان تمام چیزوں کو انگیز کرنے پر آمادہ کرسکتی ہے؟ ظاہر بات ہے کہ وہ چیز اندر کی ایک مضبوط قوتِ ارادی (WILL POWER) ہے۔ اگر یہ موجود ہے تو انسان کھرا رہے گا اور نیکی کی راہ پر گامزن ہوگا ورنہ نہیں — اس قوتِ ارادی کی تعمیر کے متعلق میں نے گذشتہ جمعہ کو عرض کیا تھا کہ میں اسے علامہ اقبال کے الفاظ میں کہوں گا کہ یہی درحقیقت "تعمیرِ خودی" ہے۔ یہ تعمیرِ خودی جو تعمیرِ سیرت و کردار کی اصل بنیاد ہے اس کا تعلق جیسا کہ میں عرض کرچکا ہوں، جذبات سے ہے اور انسان کے بنیادی طور پر جذبات دو ہیں، ایک محبّت کا جذبہ اور دوسرے خوف کا جذبہ — محبت کا جذبہ مثبت جذبہ ہے اور خوف کا جذبہ ایک منفی جذبہ ہے۔ ان دونوں جذبات ہی کی بنیاد پر انسان کے اندر تعمیرِ کردار اور سیرت سازی کا عمل شروع ہوسکتا ہے۔

پچھلے جمعہ میں نے عرض کیا تھا کہ دنیا کے دوسرے نظاموں میں اس محبّت کو وابستہ کیا جاتا ہے۔ کہیں وطن سے، کہیں قوم سے، کہیں کسی شخصیت سے، کہیں اپنی نسل اور زبان سے اور کہیں کسی نظریہ (IDEOLOGY) سے۔ ان میں سے کسی چیز کی محبّت انسان کے دل میں گھر کر جائے اور اس کو POSSESS کرلے تو گویا کہ انسان کی سیرت و کردار کو سنوارنے، اس کا تسویہ کرنے اس کی قوتِ ارادی کو مضبوط کرنے یعنی اس کی "خودی" کی تعمیر کے لیے جڑ اور بنیاد فراہم ہوگئی۔ اور اس کو وہ ROCK FOUNDATION مل گئی جس پر اس کی سیرت سازی ہوسکے گی۔ چونکہ اگر انسان کے دل میں ان میں سے کسی چیز کی محبت جاگزیں ہے تو وہ خود غرضی کی سطح سے بلند ہوسکے گا۔

البتہ یہ ظاہر ہے کہ ان محبّتوں کی بنیاد پر جو کردار وجود میں آئے گا وہ قوم پرستانہ کردار ہوگا۔ وطن پرستانہ کردار ہوگا۔ اس میں وہ وسعت اور بلند نظری نہیں

ہوسکتی، اس میں گھمبیرتا نہیں ہوگی اس لیے کہ اس میں بھلائی ہوگی اپنے وطن اور اپنی قوم کے لیے ـــ بھلائی اور بُرائی کے معیارات کے متعلق ایسا شخص یہ سوچے گا کہ جو کچھ میری قوم اور وطن کے لیے بہتر ہے، یہی درحقیقت بھلائی اور خیر ہے اور جو میرے وطن یا قوم کے لیے بُرا ہے وہی دراصل بُرائی اور خرابی ہے خواہ اپنی حقیقی قدر و قیمت کے اعتبار سے معاملہ برعکس ہو۔ ایسا شخص اپنی قوم کو دھوکہ نہیں دے گا، دوسروں کو دھوکہ دے گا۔ اپنی قوم کے ساتھ غداری نہیں کرے گا لیکن دوسروں کے ساتھ بے وفائی کرے گا۔ معلوم ہوا کہ اس سیرت و کردار کی افادیت محدود ہے۔ لیکن بہرحال کچھ تو بھلائی موجود ہے، اپنے وطن اور اپنی قوم کی محبت ہے۔ ان کے لیے ایثار و قربانی کا جذبہ تو موجود ہے۔ ایسا شخص اپنی قوم کو تو دھوکہ نہیں دے گا۔ جس کے لیے میں نے پچھلے جمعہ کی تقریر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ابتدائی دعوتی خطبے کے تمہیدی الفاظ آپ کو سُنائے تھے کہ وَاللّٰہِ لَوْ کَذَبْتُ النَّاسَ جَمِیْعًا مَا کَذَبْتُکُمْ وَلَوْ غَرَرْتُ النَّاسَ جَمِیْعًا مَا غَرَرْتُکُمْ "اللہ کی قسم! اگر (بالفرض) میں تمام انسانوں سے جھوٹ کہہ سکتا تب بھی تم سے کبھی جھوٹ نہ بولتا اور اگر (بالفرض) میں تمام انسانوں کو دھوکہ اور فریب دے سکتا تب بھی تمہیں ہرگز نہ دیتا۔" نبی اکرمؐ نے یہ اسلوبِ خطاب اس لیے اختیار فرمایا کہ قریش اچھی طرح جانتے تھے کہ جھوٹ کبھی آں حضورؐ کے پاس بھی نہیں پھٹکا تھا۔ اسی لیے اس معاشرے نے نبوت سے قبل آپؐ کی صداقت و امانت کے کامل مشاہدے اور تجربے کے بعد آپؐ کو "الصادق اور الامین" کے خطابات دیئے تھے۔

پس دراصل یہ تعبیر ہے اس بات کی کہ اگر قوم کی اخلاص و خلوص کے ساتھ محبت ہے تو ایک بہتر کردار وجود میں آتا ہے ـــ اور میں نے عرض کیا تھا کہ پاکستان میں رہنے والے مسلمانوں کا اصل المیہ یہ ہے کہ ان کے پاس یہ بنیاد بھی نہیں۔ خدا پرستی اور محبتِ الٰہی کی بنیاد تو نہایت اعلیٰ و ارفع شے ہے اور یہ چیز تو اس مصرعے کے مصداق کہ عنقا را بلند است آشیانہ۔ بالکل مفقود ہے ہی۔ (الا ماشاء اللہ) لیکن دوسری جو چیزیں دنیا کے پاس ہیں اور جو چھوٹے چھوٹے سہارے سیرت و کردار کی تعمیر کے لیے دوسروں نے فراہم کیے ہوئے ہیں۔ وہ بھی دنیوی نقطۂ نظر سے

مفید ہوتے ہیں اور قومیں ان سہاروں کے بل پر کھڑی ہوتی ہیں۔ اگرچہ قرآن مجید کی رُو سے ایسی تمام چیزوں کا معاملہ یہی ہے کہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ ط وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ط۔

لیکن ہمارا معاملہ یہ ہے کہ فی الوقت ہماری عظیم اکثریت نہ اللہ سے محبت کرتی ہے نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے — اس نمائشی محبت کو بھول جائیے، جس کا اظہار میلاد کی محفلوں، نعتوں، نعروں اور جلوسوں وغیرہ کے ذریعے کیا جاتا ہے، محبت نہیں بلکہ اصل محبت کو دل سے محو کرنے کے لیے شیطان کا ایجاد کردہ طلسم ہوش ربا ہے۔ نہ ہی ہماری عظیم ترین اکثریت اپنے وطن سے محبت کرتی ہے اور نہ اپنی قوم سے — اس معاملے میں ہم نو سو ننانوے فی ہزار کے تناسب سے تہی دست ہیں۔ نتیجۃً اس وقت ہمارے یہاں فی الواقع جو صورتِ حال موجود ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ اس کو تفصیل سے بیان کرنے کی میں حاجت محسوس نہیں کرتا۔ ہم میں سے ہر وہ شخص جو باشعور ہے جو دل حساس رکھنے والا ہے اچھی طرح جانتا ہے کہ دینی و اخلاقی اور قومی لحاظ و اعتبار سے ہمارے موجودہ معاشرے کی حالت کیا ہے! صورتِ واقعہ اتنی المناک ہے کہ بیان کرتے ہوئے کلیجہ شق ہوتا ہے۔ ہماری عظیم اکثریت کا حال یہ ہے کہ خود غرضی، خود لذتی، خود علیتی کے سوا ان کے فکر کی، ان کے ذہن کی، ان کے مقاصد کی کوئی بلند تر سطح موجود ہی نہیں ہے — اپنی ذات، اپنے مفاد اور اپنی اغراض سے بلند تر ہو کر سوچنے والے ہمارے معاشرے میں نمک کے تناسب سے اگر موجود ہوں تو ہوں ورنہ صورتِ واقعہ یہی ہے کہ ہماری عظیم ترین اکثریت نے ان تمام خوبیوں سے تہی دست و تہی دامن ہو کر صرف اپنی ذات اور اپنے مفاد کے لیے اپنی تمام توانائیوں، قوتوں اور صلاحیتوں کو لگا رکھا ہے ان کی اپنی ذات ہی ان کا اصل کعبہ، اور مقصود و مطلوب ہے اور وہ اپنے اسی حریمِ ذات ہی کے گرد طواف کر رہے ہیں۔

میں نے گذشتہ جمعہ دوسری بات یہ عرض کی تھی کہ قوم و وطن کی سطح سے ایک بلند تر اور بالاتر محبت "انسان کی محبت" بھی ہے اور اس حبِ انسانیت

میں دنیا میں ایک عادلانہ و منصفانہ نظام قائم کرنے کے لیے اور استحصالی و استبدادی نظام کو ختم کرنے کے لیے کسی نظریہ کسی آئیڈیولوجی کی محبت کا بھی یقیناً دنیا میں وجود ہے۔ اگر فاطر فطرت کا دیا ہوا مبنی بر قسط و عدل نظام ان کے ذہن کی گرفت میں نہیں آیا یا پہنچانے والوں نے نہیں پہنچایا تو انہوں نے اپنے ذہن سے انسان کی بحیثیت مجموعی بھلائی اور خیر کے لیے سوچا ہے۔ اسی کو انہوں نے اپنے نظریئے بلکہ صحیح تر الفاظ میں اپنے عقیدے اور ایمان کی حیثیت سے قبول کر کے اپنے نظریے کے مطابق ایک نظام کے لیے قربانیاں دی ہیں۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں سب سے پہلا انقلاب بالشویزم ریوولیشن آج سے تقریباً ساٹھ برس قبل روس میں آیا جس کے متعلق یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ یہ انقلاب تو انقلابوں کی ماں ثابت ہوا۔ اور اس کے بطن سے نہ معلوم کتنے ممالک میں اسی نظریے کے مطابق انقلابات آچکے ہیں ــ ظاہر بات ہے کہ ان انقلابات کو لانے کے لیے لوگوں نے قربانیاں دی ہیں، اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے اپنے CAREER تباہ کرائے ہیں۔ لاکھوں انسانوں کی ہڈیوں کا چُورا ان انقلابات کی بنیادوں میں پڑا ہے۔ جب کہیں یہ کامیاب انقلابات وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ انقلاب آپ سے آپ اور خود بخود تو نہیں آیا کرتا۔ وہ مستبد حکمران جیسے زارِ روس جن کا طوطی بول رہا تھا ایسے جبّاروں کا تختہ پلٹ دینا ذرا تصور کیجئے کہ کوئی آسان بات تو نہیں تھی ــ اس تمام ایثار و قربانی کی تہہ میں اُسی نظریے کی محبت کارفرما تھی۔ شعر کے مصداق کہ

؎ اِک تصوّر کے حُسنِ مبہم پر پوری ہستی مٹائی جاتی ہے۔

جیسا کہ میں نے گذشتہ موقع پر عرض کیا تھا کہ جب آپ اس نظریے کا تجزیہ کریں گے تو آپ اس نتیجے تک لازماً پہنچیں گے کہ اس کا اصل محرک انسان دوستی یا حبّ انسانیت ہے۔ دنیا سے ظلم، استبداد اور استحصال کے خاتمے میں انسان کے لیے مستقل خیر ہے بھلائی ہے۔ یہ جذبہ ہے جو انسانی فکر سے ماخوذ اس نظریے کے لیے قربانی کا جذبہ رکھنے والے اور فعال و پُرجوش لوگوں کے اذہان و قلوب کو مسخر کرتا ہے ــ میں عرض کر چکا ہوں کہ حبّ انسانیت بھی ایک نہایت پُرقوت مثبت جذبہ محرکہ ہے اور یہی اشتراکیت کے نظریے کی تہہ میں مستور ہے ــ

میں نے گزشتہ مرتبہ عرض کیا تھا اور آج اس کا پھر اعادہ کرتا ہوں کہ اسلام

یہ دونوں جذبے دیتا ہے اور اس بلند ترین، ارفع و اعلیٰ ترین سطح پر دیتا ہے کہ جس سے بالاتر سطح کا تصور ممکن ہی نہیں ہے۔ محبت کی بلند ترین سطح اللہ کی محبت اور اس کے ساتھ بالکل ملحق (BRACKETED) محبت ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ۔۔۔ یہ ہے وہ محبت جس کو اسلام ایک بندۂ مومن کے ذہن و قلب میں بطور احساس و بنیاد قائم کرتا ہے۔ یہ محبت FOUNDAATION ہے جس پر ایک حقیقی بندۂ مسلم کی سیرت و کردار کی تعمیر ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی جہاد فی سبیل اللہ کی DYNAMIC محبت۔ اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لیے جدوجہد، کوشش و محنت اور کشمکش کرنا، وہ نظام عدل و قسط قائم و نافذ کرنے کے لیے اپنی توانائیاں، قوتیں اور صلاحیتیں لگانا جو جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم دے کر بھیجے گئے۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ اور جس کے متعلق سورہ الشوریٰ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا گیا: وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْ لوگو! جان لو میں صرف واعظ بن کر نہیں آیا بلکہ مجھے حکم ہوا ہے کہ تمہارے مابین عدل (کا نظام) قائم کروں۔ مزید یہ کہ اس دنیا میں انبیاء و رسل کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک اہم ترین غایت یہ بھی ہے کہ وہ نظام عدل و قسط بالفعل قائم و نافذ ہو جو اللہ تعالیٰ فاطر السمٰوٰت والارض اور فاطر انسان کی طرف سے انکو دیا جاتا ہے: لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ (الحدید) "بلاشبہ اور بالتحقیق ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی اور واضح نشانیوں (معجزات) کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور شریعت (نظامِ زندگی) نازل کی تاکہ لوگ عدل پر قائم ہوں۔"

عدل و انصاف کے بہت سے نظام انسان کے فکر اور غور و تدبر سے وجود میں آئے ہیں۔ ایک قسط و عدل کا اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نظامِ حیات ہے اور اس کی تکمیل و اتمام ہوا ہے، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ۔۔۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نظامِ عدل و قسط کو صرف نظری طور پر پیش نہیں فرمایا بلکہ اس کو بالفعل قائم و نافذ کر کے دکھایا۔ اور اس کی برکات و حسنات کا تجربہ نوعِ انسانی کو کرا دیا۔ اسی نظام کے احیاء و تجدید کے لیے ایثار، اس کے قیام کے لیے ...

کوشش اور قربانی یہ وہ دوسرا مثبت جذبہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو عطا کیا گیا۔ ان دونوں جذبوں کو سورہ توبہ کی آیت ۲۴ میں جو مَیں نے آج بھی پڑھی اور پچھلی مرتبہ بھی پڑھی کہ " قُلْ " اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ " اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ " لوگو! اگر تمہیں تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے اعزّہ و اقارب " وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا " اور وہ مال جو تم نے جمع کیے ہیں " وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا " اور وہ تجارت جو محنت سے تم نے جمائی ہے اور جس کے کساد (مندی) کا تمہیں اندیشہ رہتا ہے " وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ " اور وہ گھر جن کو بڑے ارمانوں کے ساتھ تعمیر اور فرش کیا ہے اور جو تم کو پسند ہیں " اگر یہ سب (علائق و اسباب دنیا) تم کو محبوب تر ہیں " اَحَبَّ اِلَيْكُمْ " کس سے؟ " اللہ کی اور اس کے رسول کی اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے " مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ " تو جاؤ دفع ہو جاؤ اور انتظار کرو " فَتَرَبَّصُوْا " یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ لے آئے " حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ " اور (سن رکھو) اللہ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا " وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

معلوم ہوا کہ محبت اللہ کی اور محبت اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور پھر محبت اللہ کی راہ میں جہاد کی۔ اگر یہ تین محبتیں ہیں تو گویا ایک بندہ مومن کی سیرت سازی اور تعمیر کردار کی جو مثبت اساس ہے وہ موجود ہے۔ اگر یہ تین محبتیں موجود ہی نہیں ہیں تو وہ جڑ اور بنیاد ہی سرے سے موجود نہیں ہے جس پر ایک مسلمان کی سیرت و کردار کی تعمیر منحصر ہے۔ مَیں پھر عرض کرتا ہوں کہ ایسے لوگ سب سے زیادہ گھاٹے اور خسارے میں ہیں۔ یہ نہ دنیا کے رہیں گے نہ دین کے رہیں گے۔ چونکہ نہ ان کو ان تین محبتوں کی جڑ ملی اور نہ ہی وطن پرستی یا قوم پرستی یا نسل و زبان پرستی اور کسی آئیڈیالوجی کی محبت کی اساس میسر آئی۔ ایسے لوگوں کے پاس نہ یہ ہے نہ وہ ہے۔ نہ ادھر ہیں نہ اُدھر ہیں بمصداق آیت قرآنی:۔ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۔ وہ تو

ہَوا میں معلق ہیں۔ بے لنگر کا جہاز ہیں یا ریت کے گھروندے ہیں، جن کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہوتی ۔۔۔ جن لوگوں نے انسانی فکر کی مہیا کردہ اساس کو اپنا لیا ہے کم ازکم ان کی دنیا تو ٹھیک نظر آئے گی ۔ وہ دنیا میں سربلند نظر آئیں گے، لیکن جن کے پاس یہ بھی نہیں ہے جیسا کہ فی الوقت ہمارا حال ہے تو ایسے لوگوں کے لیے تو ذلت و رُسوائی ہے ۔ ان کے لیے عزّت و وقار یا کسی اقتدار کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ ان کا حال تو قرآن مجید کے فتویٰ کے مطابق یہ ہے کہ : خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ

مَیں نے گزشتہ جمعہ عرض کیا تھا کہ تعمیرِ سیرت و کردار کی مثبت اساس تو ہے ۔ " محبت کا جذبہ" اور اس کے لیے منفی اساس ہے "خوف کا جذبہ" یہ جذبہ ضروری بلکہ بہت ضروری ہے۔ اس لیے کہ محبت کے شناسا اور رمز آشنا ہمیشہ کم ہوتے ہیں ۔ یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیئے ۔ ذوقِ نغمہ بہت کم لوگوں میں ہوتا ہے۔ ہاں "نوا را تلخ" کو سمجھنے والے لوگ ہمیشہ عظیم اکثریت میں ہوتے ہیں ۔ نوا را تلخ ترمی زن کہ ذوق نغمہ کمیابی ۔۔ اور پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر ۔۔ مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر ۔۔۔ پس معلوم ہُوا کہ خوف کے جذبے کی بھی شدید ضرورت ہے۔ دنیا نے اس خوف کے جذبے کو برقرار رکھنے کے لیے پولیس، جیل، سزا، پھانسی اور اسی نوع کی تعزیر و تادیب کے نظام کو اختیار کیا ہے جو ہم سب کے سامنے ہے۔ جیسا کہ مَیں عرض کر چکا ہوں کہ اسلام نے بھی اس جذبے کو بھرپور طریقے پر استعمال (EMPLOY) کیا ہے اور دو سطحوں پر کیا ہے۔ ایک دنیا میں تعزیرات و حدود کی شکل میں اور دوسرے آخرت کے محاسبے کی صورت میں۔ دنیا میں اس نے اس خوف کے جذبے کو بڑے شدّ و مد کے ساتھ EMPLOY کیا ہے اور اس میں معاشرے کے لیے عبرت پذیری و سبق آموزی کا پورا اہتمام کیا ہے ۔ چونکہ اسلام کی حدود و تعزیرات کی اصل حکمتیں اور مصلحتیں دنیا کے سامنے نہیں ہیں ۔ لہٰذا دنیا والے ان کو وحشیانہ سزائیں کہتے اور سمجھتے ہیں ۔ حالانکہ ان شدید اسلامی سزاؤں کی حکمت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایک کو سزا ملے اور معاشرے کی عظیم اکثریت کے ہوش ٹھکانے آجائیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی ایک حد بھی صحیح طور پر جاری (EXERCISE) ہو جائے تو اس کی برکات کے متعلق نبی اکرمؐ

کا ارشاد ہے کہ

اقامۃ حد من حدود اللہ خیر من مطر اربعین لیلۃ فی بلاد اللہ۔" اگر اللہ کی مقرر کردہ حدود میں سے کہیں ایک حد بھی جاری اور نافذ کر دی جائے تو اس ملک میں اتنی برکات کا ظہور ہو گا جتنی چالیس روز کی بارش سے برکات ہوتی ہیں۔" آپ اگر اپنے ملک کے لحاظ سے چالیس روز کی بارش کا تصور کریں گے تو یہاں سیلاب آ جائے گا۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے جو ابتدائی مخاطبین ہیں، ان کے بے آب وگیاہ اور لق و دق صحرا کے ملک کا تصور کیجئے۔ وہاں اگر چالیس روز بارش ہو جائے تو وہاں جو ہریالی اور رونق ہو جائے گی۔ اس کو آں حضورؐ نے اصل میں تشبیہ کے طور پر استعمال فرمایا ہے۔ نبی اکرمؐ کے اس ارشاد کا مفاد اور ماحاصل یہ ہے کہ ایسے کسی ملک میں جیسا کہ عرب ہے، چالیس شبانہ روز بارش سے جو برکات ظاہر ہوں گی اور زمین اپنے خزانے اُگلے گی، اُس سے کہیں زیادہ برکات کا ظہور وہاں ہوتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں سے کسی ایک حد کو نافذ کر دیا جائے۔ ہمارے یہاں حدود آرڈی ننس کا چرچا ٹی سال سے ہو رہا ہے لیکن نہ معلوم کہ کیا وجہ ہے کہ آج تک ایک حد بھی جاری نہیں ہوئی۔ اخبارات کے ذریعے یہ ضرور معلوم ہوتا رہتا ہے کہ فلاں کو اتنے کوڑے لگ گئے۔ یہ کوڑے تو سیاسی اور تخریبی نوعیت کے جرائم پر بھی لگ جاتے ہیں اور زنا، اغوا وغیرہ کے جرائم پر بھی ــ لیکن حدود اللہ میں سے اپنے جملہ لوازم کے ساتھ تاحال کوئی ایک حد بھی جاری نہیں ہو رہی۔ کیا چوریاں نہیں ہو رہیں؟ بلکہ چار پانچ سالوں میں مسلح اور منظم ڈکیتیوں کی وارداتیں تو بے حد حساب ہوئی ہیں۔ شاید پچھلے تیس سالوں میں اس نوع کی جتنی وارداتیں مجموعی طور پر ہوئی ہوں گی گمان ہے کہ آخری پانچ سالوں میں ہونے والی وارداتوں کی تعداد مقابلتاً زیادہ ہی ہوگی۔ جبکہ ملک میں مارشل لاء نافذ ہے اور حدود آرڈی ننس کے اعلان پر ڈھائی سال کے لگ بھگ گزر چکے ہیں۔ کیا اس عرصے میں قطع ید کی حد کہیں ایک جگہ اور صرف ایک مرتبہ بھی کہیں جاری ہوئی؟

چوری کی سزا کی حد قطع ید کا بیان سورہ مائدہ میں آیا ہے کہ:۔

اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَھُمَا جَزَآءًۢ بِمَا کَسَبَا

نَکَالًا مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۔ آیت نمبر ۳۸

"اور چور، خواہ عورت ہو یا مرد، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا۔ اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے اور وہ دانا و بینا ہے۔"

پھر ڈاکے اور ڈکیتیوں کی سزا بطور حد سورہ المائدہ کی آیت نمبر ۳۳ میں آئی ہے۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ۔

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں"

ان میں سے کوئی ایک حد بھی آج تک کہیں نافذ نہیں ہوئی اگر یہ حدود فی الواقع نافذ ہو جاتیں تو کیا ان عناصر کے (جو فلموں اور ٹی وی کے ذریعے منظم ڈاکوں کی (حکومت کی سرپرستی میں) TRAINING حاصل کر رہے ہیں) ہوش ٹھکانے نہ آجاتے۔ اسی طرح اگر غیر شادی شدہ زانی پر سو کوڑوں اور شادی شدہ زانی پر رجم کی حد ایک مرتبہ بھی برسرِ عام نافذ ہو جاتی تو پورے معاشرے میں جھرجھری آجاتی اور جو لرزہ طاری ہوتا، اس کا آپ خود تصور کر سکتے ہیں۔ حدود آرڈی ننس اپنی جگہ صحیح سمت میں اقدام تھا۔ لیکن اگر یہ آرڈی ننس بالفعل نافذ نہیں تو بتایئے کہ اس کا آخر معاشرے کو فائدہ کیا حاصل ہوا۔ میری اس بات کا مطلب یہ ہے کہ اس آرڈی ننس میں جو خامیاں رہ گئی ہیں ان کو شرعی عدالت کے توسط سے دور کر کے اس کو فی الفور نافذ ہونا چاہیئے۔ صرف اس کو SHOW کرنا اس کا پروپیگنڈا اور چرچا کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بلکہ جیسا کہ خود اربابِ اقتدار میں سے بہت ہی ذمہ دار صاحب کا فرمانا یہ ہے کہ حدود آرڈی ننس کی وجہ سے اب تک پولیس کے وارے نیارے ہو گئے ہیں۔ رشوت کا RATE بڑھ گیا ہے۔ چونکہ پولیس کو کامل اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو ایسے جرائم کو رائج شدہ تعزیرات پاکستان کے تحت عدالتوں میں پیش کرے اور چاہے تو حدود

آرڈی ننس کے مطابق چالان پیش کرے۔ بس اس حدود آرڈی ننس کا اگر کوئی فائدہ ہوا ہے تو وہ صرف پولیس کو حاصل ہوا ہے لیکن اس حدود آرڈی ننس کی کوئی معمولی سی معمولی برکت بھی تاحال ہمارے ماحول اور ہمارے معاشرے میں کہیں محسوس و مشہود نظر نہیں آتی اور نہ اس کا کوئی تجربہ ہمارے سامنے اب تک آیا ہے۔

جیسا کہ میں نے متعدد اسالیب سے پہلے بھی اور آج بھی عرض کیا کہ خوف کے جذبے کو اس دنیا کے نظام میں بھی اسلام نے حدود و تعزیرات کی صورت میں بھرپور طریقے پر جگہ دی ہے لیکن اس سے بھی بالاتر ایک اور "خوف" بھی انسانیت کو دیا ہے اور جو اسلام کا اصل عطیہ (CONTRIBUTION) ہے۔ دنیا کے نظام میں سموئے ہوئے سارے خوف مدہم پڑ سکتے ہیں اور مختلف اسباب سے بے اثر ہو سکتے ہیں ـــــ جس معاشرے میں CORRUPTION ہوتا ہے، اس میں یہ تمام خوف صحیح طور پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ پولیس حتیٰ کہ عدالتی اہل کاروں میں رشوت لینا عام ہو اور رشوت کے ذریعے حقیقی ملزم بھی بچایا جا سکے تو معاشرہ اس احتساب کے نظام سے جتنا بے پرواہ اور بے خوف ہوگا وہ ہمارے سامنے ہے۔ پھر جہاں سفارش کا دور دورہ ہو وہاں بھی احتساب و تعزیر کا یہ خوف بے اثر ہو جائے گا۔ آخر کوئی بڑے سے بڑا جج بھی کسی کا بھائی، کسی کا بیٹا، کسی کا بہنوئی اور کسی کا سالا تو ہوگا۔ کہیں نہ کہیں سے کوئی رشتہ، کوئی تعلق نکال کر APPROACH ہو ہی جائے گی۔ اور رستگاری اور رعایت یقینی ہو گی ـــــ ہمارے اعلیٰ سطح کے عدالتی نظام میں یقیناً ایسے لوگ بھی موجود ہیں، جن کے متعلق حسن ظن یہی ہے کہ وہ ان خرابیوں سے محفوظ ہیں۔ لیکن ہمارے یہاں مجسٹریٹی کی سطح پر ایسے لوگ شاذ ہی ہوں گے جو ان برائیوں سے بچے ہوئے ہوں۔ بہرحال جب CORRUPTION معاشرے میں موجود ہو تو دنیوی احتساب اور تعزیر و تادیب کا خوف مضمحل بلکہ معدوم ہو جاتا ہے اور صورت فی الواقع یہ بن جاتی ہے کہ ؎

ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے

لیکن ایک خوف ایسا ہے کہ اگر حقیقی طور پر وہ دل میں قائم ہو جائے تو اس سے زیادہ مؤثر خوف کا انسان تصور کر ہی نہیں سکتا۔

كَلَّآ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى أَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى إِنَّ إِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى۔	"ہرگز نہیں! بے شک انسان حد سے گزرنے پر راغب ہو ہی جاتا ہے۔ چونکہ وہ اس دنیا میں خود کو بے نیاز دیکھتا ہے۔"

احکام الٰہی کی خلاف ورزی اور نواہی و منکرات پر عمل اور لوگوں کے حقوق پر دست اندازی اور حقوق العباد کے اتلاف سے اسے اس دنیوی نظام کے تحت کسی پکڑ سے سابقہ پیش نہیں آتا۔ اس بے نیازی اور غفلت شعاری کا ایک ہی علاج ہے اور وہ یہ کہ اس کے ذہن و قلب میں یہ یقین راسخ اور نقش کالحجر ہو جائے کہ بالآخر اسے جواب دہی اور محاسبے کے لئے ایک دن اپنے رب کے حضور مراجعت کرنی ہے ـــــ اور عدالتِ الٰہی، وہ عدالت ہے کہ ظاہر بات ہے کہ جہاں نہ رشوت دینے کا امکان ہے نہ فدیہ دے کر چھوٹنے کا احتمال ہے۔ جہاں نہ کسی سفارش کے ذریعے رستگاری کا کوئی امکان ہے اور نہ ہی وہاں کوئی ایسا زور آور ہوگا کہ جو عدل کی راہ میں رکاوٹ بن سکتا ہو اور اللہ کے فیصلوں میں دخیل ہو سکے اور ان کو تبدیل کرا سکے یا ان کو روکنے کے لئے کھڑا ہو جائے۔ وہاں کسی قسم کی کوئی مدد نہیں مل سکے گی: وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

یہ بات دوسری ہے کہ ہمارے یہاں اس خوف کو بھی بعض ہوشیار لوگوں نے دیمک کی طرح سے چٹ کروا دیا ہے آخر شیطان تو غافل نہیں ہے، وہ نچا دیتا ہے اور خاص طور پر ذہین لوگوں پر دین ہی کے نام پر فریب کے جال ڈالتا ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں نے کچھ اپنے مذمومہ اور گھڑے ہوئے خیالات کی اشاعت کے ذریعے آخرت کی جواب دہی اور محاسبے کے خوف کو بھی معاشرے کی عظیم اکثریت کے اذہان و قلوب میں انتہائی مضمحل اور کمزور کر دیا ہے ـــــ شفاعتِ باطلہ کے عقیدے نے اس خوف کی گرفت تقریباً ڈھیلی کر دی ہے۔ اب لوگوں کے قلوب میں الّا ماشاء اللہ یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ ہم حضورؐ کے نام لیوا ہیں۔ آں جنابؐ کی اُمّت میں سے ہیں، آپؐ کے دامن سے وابستہ ہیں لہٰذا ہماری تو سفارش ہو ہی

جائے گی۔ اس مصرعہ کے مصداق کہ "ہم جو کچھ بھی ہیں لیکن ترے محبوبؐ کی امت میں ہیں" ہم تو بچا لئے جائیں ہی گے۔ ہم فلاں فلاں بزرگانِ دین کے وابستگان میں سے ہیں۔ ہم تو ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر نکل جائیں گے ـــــ شفاعتِ باطلہ کے یہ وہ تصورات ہیں جنہوں نے آخرت کے خوف کی گرفت کو ڈھیلا کر دیا ہے اور ایمان بالآخرت بھی محض زبانی اظہار کی شکل میں رہ گیا ہے۔ صرف الفاظ رہ گئے ہیں جن میں بعث بعد الموت، حشر و نشر، حساب و کتاب، وزنِ اعمال، جزا و سزا اور جنّت و دوزخ کا اقرار ہے لیکن محض اس زبانی کلامی اقرار و اظہار سے اذہان، قلوب اور اعصاب پر وہ گرفت قائم نہیں ہوتی، جو اس ایمان بالآخرت و معاد کے دل میں راسخ اور جاگزیں ہونے سے ہوتی ہے۔

شفاعتِ حقّہ سے انکار نہیں ـــ معاذ اللہ ـــ شفاعت حق ہے۔ لیکن اس کے لئے قرآن و حدیث میں جو شرائط بیان کی گئی ہیں، ان کا اجمالی ذکر میں آگے کروں گا۔ اس موقع پر میں چاہوں گا کہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے چوٹی کے چار کا حال آپ کے سامنے رکھ دوں۔ اور یہ چار اصحاب وہ ہیں جو عشرہ مبشرہ میں ہیں یعنی ان دس خوش بخت و خوش نصیب صحابہ میں شامل ہیں جن کو ان کی زندگی ہی میں نبی اکرمؐ نے جنّت کی بشارت دی تھی اور جو بالترتیب خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ پر بحیثیت خلیفہ راشد و مہدی فائز رہے تھے۔ امتِ محمد علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام ہی کے نہیں بلکہ آفرینش عالم سے لے کر تا قیام قیامت، انبیاء و رسل علیہم السّلام کی مقدس جماعت کے علاوہ روئے زمین پر ان چار اصحابِ نبیؐ سے زیادہ افضل اور متقی شخص کوئی نہ ہوا ہے، نہ ہوگا ـــ یہ چار گلہائے سرسبد الصادق والمصدوقؐ سے جنّت کی بشارت پانے کے باوجود خوفِ آخرت سے کس طرح لرزاں و ترساں رہتے تھے، وہ سیر کی کتب میں محفوظ ہے۔

ـــــ صدیق اکبر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ جب قیامت و آخرت کا تذکرہ ہوتا تھا تو لرز جاتے تھے اور کانپ اٹھتے تھے اور حسرت کیساتھ فرمایا کرتے کہ کاش میں ایک چڑیا ہوتا! جو درختوں پر چہچہاتی اور مگن رہتی ہے۔ اس لئے کہ اس سے کوئی محاسبہ نہیں ہوگا۔ اسے کوئی جواب دہی کرنی نہیں ہوگی

کاش کہ میں گھانس کا ایک تنکا ہوتا ! جو جل جاتا ہے اور ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو جاتا ہے، اس سے بھی میدانِ حشر میں کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی !! کاش مجھے یہ شرفِ انسانیت نہ ملا ہوتا جو ایک طرف شرف ہے تو دوسری طرف حساب کتاب اور جواب دہی و مسئولیت کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے ـــــ اسی خوف آخرت اور محاسبے سے لرز رہے ہیں۔ فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقتِ آخر عظام صحابہ کرامؓ تسلی دے رہے ہیں کہ آپؓ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی تھے یقیناً اللہ بھی آپؓ سے راضی ہوگا لیکن وہ اشکبار ہیں اور اپنے مناقب و مراتب، اپنے کمالات اور جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے باوصف کہہ رہے ہیں کہ اگر میں عدالت الٰہی سے برابر برابر بھی چھوٹ جاؤں تو میں اسے اپنے لئے بہت بڑی کامیابی سمجھونگا ـــــ ذوالنورین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو ان کی کیفیت یہ ہوتی تھی کہ روتے روتے ان کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپؓ دوزخ وجنت کے احوال کے تذکرے پر اتنے اشکبار نہیں ہوتے جتنا کہ قبر پر ہوتے ہیں ـــــ جواب میں کہا کہ " میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قبر جواب دہی کی پہلی منزل ہے۔ اگر کوئی اس سے نجات پا گیا تو اس کے بعد بھی آسانی ہے لیکن اگر اس سے ہی نجات نہ پائی تو اس کے بعد اس سے بھی زیادہ سختی ہے " ان ہی حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ " نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ " میں نے قبر سے زیادہ کسی مقام کو ہیبت ناک نہیں دیکھا " اس حدیث کی روایت کے موقع پر بھی عثمان غنیؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی جاری ہو جاتی تھی ـــــ اسد اللہ و رسولہ حضرت علی حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت اظہر من الشمس ہے۔ آپؓ کا جسم فولاد کی طرح سخت تھا لیکن حال یہ تھا کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو یہ فولادی جسم خشیت و خوفِ الٰہی سے تھرتھراتا رہتا تھا اور جسم رقت کی وجہ سے نرم پڑ جاتا تھا۔

یہ ہے وہ اصل خوف جو اسلام ہر مدعی ایمان کے دل میں راسخ اور جاگزیں

قرآن کا اعلان بزبانِ ابوالکلام

انہیں (مسلمانوں کو) یاد کرنا چاہیئے کہ ان کے پاس ایک الہامی اعلان بھی ہے جب تک وہ اس تعلیم کو اپنے سامنے نہ لائیں گے، ان کی کامیابیاں سود مند نہیں ہو سکتیں۔ وہ اعلان قرآن مجید میں دہرایا گیا ہے۔ وہ ایک مختصر سبق ہے جسے دہراتے ہوئے میں خاص طور سے خطاب کروں گا اپنے مسلمان بھائیوں سے اور التجا کرونگا اپنے ہندو بھائیوں سے کہ وہ خاص اصطلاح سن کر کبیدہ خاطر نہ ہوں، بلکہ اس حقیقت کو ڈھونڈھیں کہ جس طرح بہت سے کنول ہیں، لیکن روشنی ایک ہے۔ سُرخ رنگ کے کنول سے روشنی سُرخ نہیں ہو سکتی۔ اس طرح خدا کی سچائی ایک ہے۔ اگرچہ طرح طرح کے ناموں میں پیش کیا جائے۔ میں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ دنیا میں کوئی چھوٹی سے چھوٹی کامیابی بھی دنیا کا کوئی وجود، کوئی رُوح، کوئی آتما، بلکہ کوئی ذرّہ اس آسمان کے نیچے نہیں پا سکتا۔ جب تک وہ اس پروگرام پر عمل نہ کرے، جو قرآن نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اگرچہ قرآن مجید نے اس بارے میں نہایت تفصیلی بیانات دیئے ہیں، لیکن ایک بہت ہی چھوٹا سا بیان بھی ہے۔ جسکی نسبت تاریخ اسلام کے ایک بہت بڑے امام نے جن کا نام امام شافعی ہے، یہ کہا تھا کہ اگر قرآن کے صرف یہی چند جملے نازل ہو جاتے، تو تمام کرۂ ارضی کی ہدایت کے لئے کافی تھے۔

وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

(مولانا ابوالکلام آزادؒ)

(حوالہ: پندرہ روزہ تعمیرِ حیات (لکھنؤ) ۱۰ دسمبر ۱۹۸۲ء)

فرمانِ نبوی

علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام

اٰمُرُکُمْ بِخَمْسٍ

کی تشریح از مُلّا علی قاریؒ شارحِ مشکوٰۃ

ترجمہ از قلم: مولانا الطاف الرحمٰن بنوی

اٰمُرُکم بِخَمْسٍ : میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں

(۱) بِالْجَمَاعَۃِ : یعنی جماعت مسلمین کے اجماع و اتفاق کی پیروی کا دین سے متعلق اعتقاد، قول اور عمل میں، علامہ طیبیؒ نے کہا، جماعت سے مراد صحابہؓ ہیں اور ان کے بعد آنے والے تابعین، تبع تابعین نیک اسلاف ہیں سے یعنی میں آپ لوگوں کو ان کی سیرت اور طریقہ اپنانے اور ان کی جماعت میں منسلک ہونے کا حکم دیتا ہوں

(۲) وَالسَّمْعِ : یعنی کلمۂ حق سننے کا ہر امیر، غریب، فقیر سے اور علامہ طیبیؒ نے کہا کہ سمع سے مراد اوامر و نواہی کو کان لگا کر سننا اور سمجھنا ہے

(۳) وَالطَّاعَۃِ : یعنی جائز کاموں میں امیر کی اطاعت کرنا اور علامہ طیبیؒ نے فرمایا: طاعت سے مراد احکام شرعیہ میں سے اوامر پر عمل کرنا اور نواہی سے رُک جانا ہے۔

(۴) وَالْھِجْرَۃِ : یعنی فتح مکہ سے پہلے تو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا اور اس کے بعد دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف اور دارالبدعۃ سے دارالسنۃ کی طرف اور گناہ

سے توبہ کی طرف نبی علیہ السلام کے اس ارشاد کی وجہ سے " المھاجر من ھجر ما نھی اللہ عنہ " کہ مہاجر وہ ہے جس نے ان چیزوں کو ترک کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔

(۵) والجہاد فی سبیل اللہ : یعنی کفار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی اور اس کے دشمنوں کا استیصال کرنے کے لئے اور اپنے نفس کے ساتھ اس کو اس کی خواہشات سے روک کر اور اس کو اس کی لذات سے منع کر کے۔ کیونکہ کسی بھی شخص کے لئے اس کے نفس کی دشمنی کفار کی دشمنی سے بہت زیادہ قوی اور مضر ہے اور یہ روایت کی گئی ہے کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا وہ دشمن ہے جو تمہارے دو پہلوؤں کے درمیان ہے۔

وانہ من خرج من الجماعۃ قید شبر : علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ یہاں " اِنَّ " کا اسم ضمیر شان ہے اور اس کے بعد آنے والا جملہ اس کی تفسیر ہے اور یہ جملہ گویا کہ تعلیل ہے اس حکم کے لئے کہ جماعت کا دامن پکڑے رکھو۔ اور اس واؤ کی مثال اس واؤ کی سی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے :۔ " وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰہِ "۔ اس قول کے بعد کہ " وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمَانَ عِلْمًا " کہ جہاں مجموعی طور پر خبر دینا ہو اور ان کی باہمی ترتیب کو سامع کے ذہن پر چھوڑ دیا گیا ہو اور قید کے معنی قدر یعنی مقدار کے ہیں۔ اس کی اصل اَلْقَوْدُ مِنَ الْقَوْدِ سے ہے جس کے معنی مماثلت اور برابری کے ہیں اور پورے جملے کا مطلب یہ ہوا کہ جو اس طریقہ سے جدا ہو گیا یعنی سنت ترک کر کے اور بدعت پر عمل کر کے اور

اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اگرچہ اتنی تھوڑی سی مخالفت ہو کہ جس کو ظاہر میں ایک بالشت سے ظاہر کیا جا سکے.

فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ الا ان یراجع

چنانچہ اس نے اپنے عہد کو توڑ دیا اور جماعت سے نکل گیا اور موافقت سے منحرف ہوا. یہ مبالغہ کا صیغہ ہے مفاعلہ سے اور ربقۃ۔ راء کے کسرہ اور اس کے بعد سکون کے ساتھ یہ اصل میں کسی رسّی کے پھندے کو کہتے ہیں جس کو کسی جانور کے گلے یا پاؤں میں ڈالا جاتا ہے تاکہ وہ چلنے سے رُکا رہے. اب اس کو استعارۃً اسلام کے لئے استعمال کیا گیا. یعنی وہ اسلامی پھندا جس کے ذریعہ مسلمان اپنے نفس کو بندھا رکھے۔ یعنی اس کے احکام، حدود، اوامر نواہی اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ کے اس ذمّے کو نقصان پہنچایا جو لوگوں کی گردنوں میں ایسا لٹکا ہوا تھا جیسے پھندا۔ ربقۃ کسرہ کے ساتھ رِبَقٌ کا واحد ہے اور یہ اس رسی کو کہتے ہیں جس میں متعدد پھندے ہوں جس کے ذریعے سے جانوروں یعنی بھیڑوں کے بچّوں کو باندھا جاتا ہے۔ ان پھندوں میں سے ہر ایک کو ربقہ کہتے ہیں۔

ومن دعا بدعوی الجاھلیۃ

علاّمہ طیبیؒ نے کہا یہ جملہ اس جملے پر عطف ہے۔ جو ضمیر شان کی تفسیر واقع ہوئی ہے تاکہ اس بات پر آگاہی دی جا سکے کہ جماعت کے ساتھ چمٹا رہنا اور ان کے گروہ سے نہ نکلنا مؤمنین کی شان ہے اور ان کے زمرہ سے نکلنا جاہلیت کی علامت ہے جیسے

نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے اطاعت سے ہاتھ
نکالا اور کھینچا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس
حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے لئے حجت نہ
ہوگی اور جو مرا اس حال میں کہ اس کی گردن میں بیعت
نہیں تھی وہ جاہلیت کی موت مرا اس بنا پر مناسب ہے
کہ دعوی جاہلیۃ کی تفسیر علی الاطلاق جاہلیت کے طریقوں
سے کی جائے کیونکہ یہی طریقے جاہلیت کی طرف دعوت
دیتے ہیں اور یہی وہ ایک وجہ ہے ان دو وجہوں
میں سے جس کا قاضیؒ قائل ہے اور وہ دوسری وجہ
یہ ہے کہ دعوٰی کا اطلاق دعا (پکارنے) پر ہوتا ہے
اور وہ آواز دینا ہے اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ جس
نے اسلام میں جاہلیت کی آواز سے پکارا اور اس
کی صورت یہ ہوتی تھی کہ ان میں کا کوئی آدمی جب
اس کا دشمن اس پر غالب آجاتا تو وہ اپنی قوم کو
بلند آواز سے پکارتا کہ " اے آلِ فلاں " چنانچہ
وہ سب اس کی مدد کو دوڑ پڑتے چاہے وہ ظالم ہوتا
یا مظلوم اپنی جاہلیت اور عصبیت کی وجہ سے لیکن
اس وجہ کا حاصل بھی وہی بنتا ہے جو پہلی وجہ کا تھا
اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو
شرح السنۃ میں موجود ہے اور جس کے آخر میں
یہ اضافہ کیا ہے۔ فادعوا المسلمین بما سماھم اللہ
المسلمون والمؤمنون وعباد اللہ ۔ یعنی تم مسلمانوں
کو اسی انداز سے پکارو جس سے اللہ نے انہیں پکارا
ہے یعنی مسلمون ، مومنون اور عباد اللہ
کے ناموں سے ۔

فهومن جثا جهنم — یعنی یہ داعیٔ مذکور جیم کے ضمہ کے ساتھ مقصوری حالت میں یعنی اہلِ جہنم کی جماعات میں سے یہ لفظ (جُثَا) جُثْوَۃ بالحرکات الثلث کی جمع ہے اور وہ پتھروں کے ڈھیر کو کہتے ہیں اور یہ بھی روایت ہے کہ جُثِیّ یار کی تشدید اور جیم کے ضمہ کے ساتھ جاث کی جمع ہے جَثَا علیٰ رُکْبَتیہ یَجْثُوْ اَوْ یَجْثِیْ اور جیم کا کسرہ بھی جائز ہے۔ اس کے مابعد حرف کے کسرہ کی وجہ سے اور قرآنی آیت وَنَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْھَا جُثِیًّا میں دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے اور رفائق میں ہے کہ اس کا واحد جُثْوَۃٌ جیم کے ضمہ کے ساتھ ہے یعنی جہنم کی جماعتوں میں سے اور یہ اصل میں مٹی یا کسی اور چیز کے ڈھیر کو کہتے ہیں پھر جماعت کے معنیٰ میں بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث علامہ نووی شارح مسلم کی تشریح کے ساتھ:

عن ابی عثمان قال اخبرنی	"مجاشع بن مسعود کہتے ہیں کہ میں
مجاشع بن مسعود السلمی قال	اپنے بھائی ابو معبد کو آپ کی
جئت باخی ابی معبد الی	خدمت میں فتح مکہ کے بعد لے گیا
رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ	اور عرض کیا یا رسول اللہ! ان سے
وسلم بعد الفتح فقلت	ہجرت پر بیعت لے لیجئے۔ آپؐ نے
یا رسول اللّٰہ بایعہ علی الھجرۃ	فرمایا ہجرت تو مہاجرین پر ختم ہو چکی
قال مضت الھجرۃ باہلھا	میں نے عرض پھر کس چیز پر آپ
قلت فبای شیئ تبایعہ قال	بیعت لیں گے؟ آپؐ نے فرمایا:
علی الاسلام والجھاد والخیر:	اسلام پر، جہاد پر اور نیک اعمال پر"

(۱) مطلب یہ ہے کہ ہجرت ممدوحہ جو فضیلت و مزیّت ظاہرہ کا سبب آپؐ کے اصحاب کے لئے تھی ۔ وہ فتح مکّہ سے پہلے تھی لیکن فتح کے بعد ختم ہو گئی ۔ کیونکہ مقصد حاصل ہو گیا ۔

(۲) البتّہ دوسری چیزوں یعنی امور خیر جہاد اور اسلام پر بیعت لی جاسکتی ہے اور یہ چیزیں بجائے خود بہت بڑی اہمیت اور خصوصیت کی حامل ہیں ۔

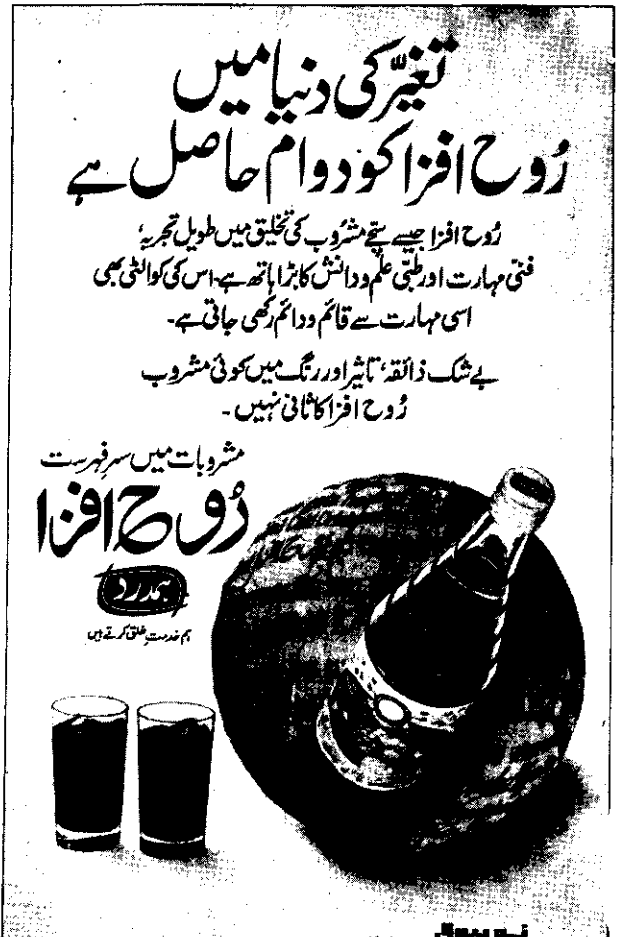

Adarts HRA-2/81

حُسنِ انتخاب
احمد یعقوب چوہدری

امیر المومنین

حضرۃ مولانا سیّد احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

شہید بالاکوٹ

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے۔

سلسلہ نبوت حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔ اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آسکتا۔ لیکن تاقیامت سلسلہ رُشد و ہدایت جاری رہے گا۔ مجددین اور علما امت پیدا ہوتے رہیں گے، اور بفضلِ تعالیٰ راہِ ہدایت دکھلاتے رہیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "کہ میری امت کے علمأ انبیا بنی اسرائیل کی مثل ہیں" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد آپؐ کی سنّت پر عمل کرنے والے اہل اللہ پیدا ہوتے رہیں گے جنہوں نے نہ صرف وعظ و نصیحت و تبلیغ کے ذریعہ امر بالمعروف و نہی من المنکر کا فریضہ سرانجام دیا بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ حکومت الٰہیہ قائم کرنے کی بھی کوششیں کرتے رہے۔ مسلمانانِ ہند پر جب ابتلا کا دور آیا تو اللہ رب العزت نے لوگوں کی اصلاح کے لیے بارھویں صدی ہجری میں ایک مجدد کو پیدا فرمایا جسے دنیا امام الہند شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ مجددِ وقت حضرت شاہ ولی اللہؒ نے جس تحریک تجدید و احیائے دین کا آغاز کیا تھا وہ ان کی وفات کے بعد ختم نہیں ہوئی بلکہ ان کے جانشین اور فرزند ارجمند حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس میں اور تیزی پیدا کی مگر اس تحریک کو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے خلیفہ مجاز حضرت سیّد احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقطہ عروج پر پہنچایا۔ سیّد احمد شہیدؒ کی تحریک تجدید احیار دین اور جہاد فی سبیل اللہ کی تحریک تھی۔ انہوں نے جہاں وعظ و تبلیغ کے ذریعہ غیر اسلامی رسوم اور شرک و بدعت کے خاتمہ اور خالص توحید و صحیح اسلام کے احیار کی کوشش کی وہاں جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ حکومت الٰہیہ قائم کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی۔ اور اسی کوشش میں جام

شہادت نوش فرمایا۔ سیّد احمد شہید ۶ صفر ۱۲۰۱ھ بمطابق ۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء کو رائے بریلی (علاقہ اودھ) میں خاندانِ سادات (جو اپنی نیک نامی بزرگی اور علم دوستی کی بنا پر مشہور تھا) کے سید محمد عرفان رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے آپ کا سلسلۂ نسب پینتیسویں ۳۵ واسطہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے تحصیل علم کے شوق میں آپ دہلی تشریف لائے اور شاہ عبدالعزیزؒ کے درس میں شامل ہوگئے مگر شاہ عبدالعزیزؒ نے ان کو اپنے بھائی شاہ عبدالقادرؒ کے درس میں شامل کر دیا کہ وہاں بہتر تعلیم حاصل کر سکو گے۔ تقریباً ۲۲ سال کی عمر میں آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے دستِ صداقت پر بیعت کی اور خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے آپ نے تحصیل علم کے بعد فن سپاہ گری میں بھی کمال پیدا کیا۔ شاہ عبدالعزیزؒ آپ کی بہت قدر کرتے تھے اور سیّد احمد کے متعلق فرماتے "کہ آپ کا خاندان اعلیٰ ہے جس میں ولایت موروثی ہے امید ہے کہ سیّد احمد بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح منصب ولایت پر فائز ہوں گے"۔ اسی بنا پر شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ عبدالقادرؒ اپنے شاگردوں عزیزوں اور دوستوں کو اپنی بجائے حضرت سیّد احمدؒ کے دست حق پر بیعت کا حکم کرتے چنانچہ خاندانِ ولی اللہؒ نے آپ کی بیعت کو اپنے لیے باعثِ افتخار جانا۔ شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو شاہ عبدالغنیؒ کے بیٹے اور شاہ ولی اللہ کے پوتے تھے۔ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا عبدالعزیزؒ کے داماد تھے آپ سے بیعت ہوئے اور تادمِ آخر آپ کے ہمراہ رہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ کے نواسے اور جانشین خاندان ولی اللہؒ شاہ محمد اسحاقؒ اور دوسرے اکابر علماء نے بھی آپ کے دستِ حق پر بیعت کی۔ آپ سے جو بھی بیعت ہوتا وہ بذاتِ خود اصلاح و احیاء کا مرکز بن جاتا۔ سیّد احمد شہید نے تقریباً ہندوستان بھر کا دورہ کیا وہ جہاں بھی جاتے لوگ سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں بیعت کے لیے پہنچ جاتے پھرتے پھرتے جب آپ شہر کلکتہ تشریف لائے تو ایک سوانح نگار شہر کلکتہ میں ان سے بیعت ہونیوالوں کے احوال میں لکھتا ہے: "کہ شہر کلکتہ میں بیعت کرنے والوں کی یہ کثرت تھی کہ ہزار پانچ سو آدمیوں کو ایک جگہ جمع کر کے سات آٹھ پگڑیوں کو اس مجمع میں پھیلا کر ہر ایک بیعت کنندہ کو حکم دے دیتے کہ ایک کنارہ کسی پگڑی کا منجملہ ان پگڑیوں کے پکڑ لیوے پھر پگڑیوں کا ایک کنارہ اپنے ہاتھ میں تھام کر کلماتِ بیعت کو بآواز بلند تلقین کراتے تھے اور یہ کیفیت دن بھر رہتی آپ کے تشریف لانے سے قبل ہزارہا بے نکاحی عورتیں وہاں کے گھروں میں تھیں اور ہزارہا مسلمان غیر مختون اس شہر میں

موجود تھے۔ شراب تو ایک عام بات تھی، اب آپ کی برکت سے وہی کلکتہ رشکِ ارم ہو گیا ہر ایک بیعت کرنے والے سے نکاح اور ختنے کا حال پوچھا جاتا اگر غیر مختون یا بے نکاحی جوڑ والا ہوتا تو فوراً یہ سنت ادا کر دی جاتی، مولوی عبدالحیؒ اور مولوی محمد اسماعیل شہیدؒ ہر منگل اور جمعہ کو ظہر سے شام تک وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اور ان بزرگوں کے وعظ کی یہ تاثیر ہوئی کہ خلقت مثل پروانہ گرویدہ ہوگئی ہر ایک بیعت کنندہ کے شراب نوشی سے تائب ہونے پر شراب کی دکانیں بند ہو گئیں''۔

ہندوستان بھر کے دورہ کے دوران حضرت سید احمد شہیدؒ کو یہ بات بڑی شدت سے محسوس ہوئی کہ مسلمانوں کو ایک طرف انگریز اپنی سازشوں کا شکار کر رہے ہیں تو دوسری طرف سکھ حکمران پنجاب و سرحد میں ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ سید احمد شہیدؒ نے سوچ بچار کے بعد انگریز سے پہلے سکھوں کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کا ارادہ فرمایا اور حج بیت اللہ سے واپسی کے بعد اعلانِ جہاد فرما دیا ہندوستان بھر میں حج بیت اللہ تقریباً ختم ہو چکا تھا علمائے نے راستہ کی بدامنی کی وجہ سے فتویٰ دے رکھا تھا کہ حج بیت اللہ ہندوستانی مسلمانوں پر فرض نہیں رہا لیکن آپؒ حج بیت اللہ کے لیے دو بار اپنے احباب کے ہمراہ تشریف لے گئے اور عملاً ہندوستان کے مسلمانوں پر واضح فرمایا کہ ان حالات میں بھی حج کرنا کوئی مشکل نہیں۔ اس فتویٰ کے خلاف حج بیت اللہ کو جاری کیا۔ مولانا عبدالحیؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ دہلوی کو اطراف ہندوستان میں حضرت سید احمد شہیدؒ نے جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب و تحریص کے لیے بھیجا۔ تیاری مکمل کرنے کے بعد تمام مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ایک اطلاع نامہ روانہ کیا گیا "کہ سکھ قوم عرصہ سے لاہور اور دوسری جگہوں پر قابض ہے اور ان کے ظلم کی کوئی حد نہیں رہی، انہوں نے ہزاروں مسلمانوں کو بلاقصور شہید کیا ہے اور ہزاروں کو ذلیل کیا ہے مسجدوں میں نماز کے لیے اذان دینے کی اجازت نہیں، اور نہ ہی گائے کے ذبح کی اجازت ہے، نہ ہی مسلمانوں کو مذہبی آزادی ہے۔ ان کا ذلت آمیز ظلم و ستم ناقابلِ برداشت ہے"۔ ان کی آواز پر ہزاروں مسلمان جہاد فی سبیل اللہ کے لیے تیار ہو گئے۔ مولانا سید احمدؒ رائے بریلی سے سفرِ جہاد کے لیے ۱۸۲۶ء کے اوائل میں روانہ ہوئے اس وقت آپ کے ساتھ تقریباً چھ سات ہزار ہندوستانی مسلمان تھے جنہوں نے جہاد کرنے اور مسلمانانِ سرحد و پنجاب کو مذہبی آزادی دلانے کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ دسمبر ۱۸۲۶ء کو سب سے پہلا

معرکہ اکوڑہ کے مقام پر جو نوشہرہ سے چند کوس کے فاصلے پر ہے پر ہوا اور اللہ رب العزت نے مجاہدین کو کامیاب و کامران کیا۔ دوسرے کامیاب معرکہ کے بعد ہی علاقہ کے رؤسا اور حکمرانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور آپ کو امیر المؤمنین منتخب کر لیا گیا کہ نظم و ضبط کے تحت جہاد جاری رکھا جا سکے اور آپ ہی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ ایک لاکھ مجاہد پنجاب و سرحد کے مسلمانوں کی مذہبی و شخصی آزادی بحال کرانے کے لیے آپ کے پرچم تلے جمع ہو گئے۔ مجاہدین نے باوجود کئی کئی روز کے فاقوں کے حوصلہ نہ ہارا اور بدستور غلبہ حق کے لیے برسرِ پیکار رہے جب پشاور فتح ہوا تو امیر المؤمنین کے حکم سے فوری طور پر شرعی قوانین کا نفاذ کر دیا گیا اور مولوی مظہر علی عظیم آبادی کو پشاور کا قاضی مقرر کیا گیا۔ پشاور تھوڑے ہی عرصہ میں امن و سکون کا علاقہ بن گیا۔ شہر میں بھنگ چرس افیون وغیرہ کی فروخت بند ہو گئی۔ طوائف اور فاحشہ عورتیں جو ہزار ہا کی تعداد میں تھیں شہر چھوڑ گئیں یا پھر ہمیشہ کے لیے تائب ہو گئیں۔

رسوم جو خلاف شرع تھیں کا خاتمہ کر دیا گیا۔ تحصیل عشر اور انتظام ملک کے لیے جا بجا تحصیل دار مقرر کر دیئے گئے۔ غرضیکہ سید احمد شہیدؒ نے علاقہ پر کنٹرول حاصل کرتے ہی حکومت الٰہیہ قائم کر دی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ خلافت کے بعد حضرت سید احمد شہیدؒ کے دور خلافت میں ہی صحیح معنوں میں حکومتِ الٰہیہ قائم ہوئی۔ مگر افسوس کہ یہ دور بہت مختصر ثابت ہوا اور سردارانِ علاقہ نے جنہیں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے زیادہ اپنی حاکمیت عزیز تھی غداری کی۔ حضرت امیر المؤمنینؒ کو جنرل ونٹورا اور جنرل بدھ سنگھ کی فوجیں تو شکست نہ دے سکیں مگر دربار لاہور اور انگریز کی چالبازیوں اور سازشوں نے اپنا کام کر دکھایا اور اپنے ہی ساتھیوں کی غداری کی بنا پر فتح شکست میں بدل گئی۔ شکستِ پشاور کے بعد آپ بالاکوٹ تشریف لائے اور یہیں اس جہاد فی سبیل اللہ کا آخری معرکہ ہوا۔ سکھ جرنیل راجہ شیر سنگھ غداروں کے بل بوتے پر مجاہدین کو گھیر لینے میں کامیاب ہو گیا۔ شدید جنگ کے بعد اسی مقام پر ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو حضرت خلیفۃ المسلمین سید احمد شہید بریلوی اور امام المجاہدین شاہ محمد اسماعیل دہلوی دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے رحمہم اللہ تعالیٰ۔ مسلمانوں کی مذہبی و شخصی آزادی کی جنگ انہوں نے محض اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور

باقی صفحہ ۵۷ پر

اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیز

۶ اپریل بروز بدھ بعد نمازِ مغرب

جناح (ٹاؤن ہال) میں

مرکزی

انجمن خدّام القرآن لاہور

کا

گیارہواں سالانہ اجلاس

منعقد ہوگا

جس میں

انجمن کی سالانہ رپورٹ پیش کی جائیگی اور

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

صدر مؤسس انجمن خدام القرآن لاہور

خطاب فرمائیں گے۔

مرکزی انجمن کے جملہ وابستگان کے علاوہ دیگر
حضرات کو بھی شرکت کی عام دعوت ہے۔

المعلن:
ناظم اعلیٰ، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

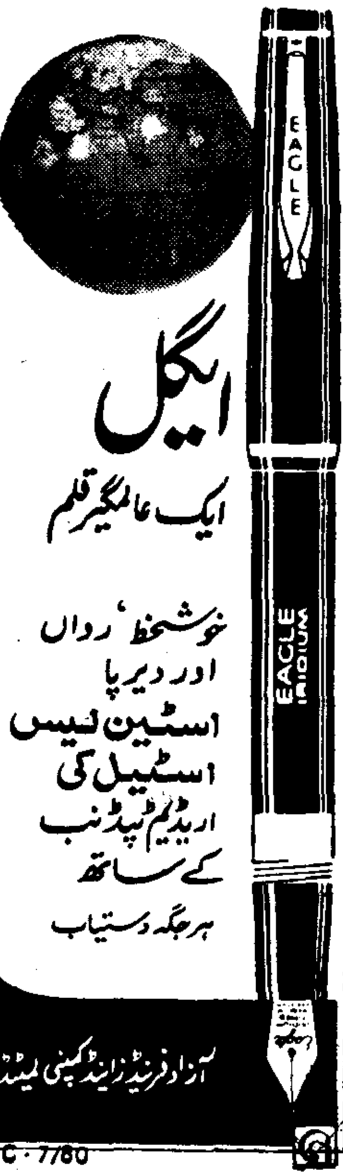

ایگل

ایک عالمگیر قلم

خوشخط، رواں
اور دیرپا
اسٹین لیس
اسٹیل کی
اریڈیم ٹپڈ نب
کے ساتھ

ہر جگہ دستیاب

آزاد فرینڈز اینڈ کمپنی لمیٹڈ

AFC-7/80

امپورٹ - ایکسپورٹ کا قابلِ فخر ادارہ

رینبو انٹرنیشنل

برآمدی اشیاء

آرٹ سلک فیبرکس گارمنٹس ❖ بیڈ شیٹس
کاٹن کلاتھ ❖ کاٹن گارمنٹس ❖ احرام تولیہ ❖ تولیہ
ہینڈی کرافٹس ❖ لکڑی کا فرنیچر۔

درآمدی اشیاء

لاکھ دانہ ❖ سٹکر فلم ❖ سوچ سٹارٹر
ربڑ لیٹکس ❖ پولیسٹر ریان۔

مرکزی دفتر

I فلور غلام رسول بلڈنگ ۶۰ شاہراہِ قائدِ اعظم لاہور
ذیلی دفاتر:- کراچی - فیصل آباد -

رفتارِ کار

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ۱۲ر فروری سے ۹ر مارچ تک کی بیرون لاہور مصروفیات کی مختصر رپورٹ پیش خدمت ہے اس رپورٹ کو مرتب کرنے میں کئی رفقاء نے ہم سے تعاون کیا ہے جس کے لئے ہم انکے ممنون ہیں

(ادارہ)

سیالکوٹ

امیر تنظیم اسلامی کے دورۂ سیالکوٹ کی رپورٹ ہمارے رفیق قمر سعید صاحب کی زبانی سنیئے۔

امیر تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا یہ دورہ رفیق محترم جناب میاں محمد رشید صاحب کی وساطت سے سیالکوٹ کے دو معززین ـــ ملک محمد انور اور ملک منظور علی نے طے کیا۔ لیکن سیالکوٹ پوسٹر لگتے ہی ہمارے ایک کارکن جناب منیر اقبال صاحب بھی فوراً لاہور پہنچ گئے تاکہ ڈاکٹر صاحب کا تفصیلی پروگرام معلوم کر سکیں۔ وہ اسی سلسلہ میں ایک بار پھر لاہور تشریف لائے اور انہوں نے اس ضمن میں سیالکوٹ میں بھی کافی دوڑ دھوپ کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے ـــــ انجمن اور تنظیم کے ہمارے پرانے ساتھی ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ صاحب نے بھی سیالکوٹ میں اپنے احباب ڈاکٹر صاحبان سے رابطہ رکھا۔

۱۲ر فروری بروز اتوار لاہور سے تنظیم اسلامی کے رفقاء کا ایک گروپ جو راقم الحروف، شمس الحق صاحب، مہر علاء الدین صاحب اور محمد اشرف صاحب پر مشتمل تھا، بذریعہ 9ے5 ٹرین روانہ ہوا تاکہ امیر تنظیم کے پہنچنے سے پہلے انتظامات کا جائزہ لیا جا سکے اور کتب اور کیسٹس کی نمائش وغیرہ کے لئے مناسب جگہ کا انتخاب کر لیا جائے۔ ہم سب سیالکوٹ پہنچتے ہی جناب منیر اقبال صاحب سے ملے اور اجتماع گاہ کے جائزے کے بعد وہاں کے احباب کے مشورہ سے ڈاکٹر صاحب کے قیام اور ملاقاتوں کا تفصیلی

پروگرام طے کیا۔

موسم دوپہر ہی سے کچھ ابرآلود تھا۔ وقفے وقفے سے بوندا باندی ہو رہی تھی مگر مغرب سے کچھ قبل باقاعدہ بارش شروع ہو گئی۔ راقم بھی بمع اپنے ساتھیوں کے مغرب کے فوراً بعد ہی اجتماع گاہ میں پہنچ گیا۔ اور کتابوں اور کیسٹوں کا سٹال مسجد کی ڈیوڑھی میں سجایا گیا۔ مقامی مسجد میں امیر تنظیم اسلامی کی آمد کا کافی چرچا تھا اور لوگ سر شام ہی سے پہنچنا شروع ہو گئے۔ عشاء میں امیر محترم بھی تشریف لے آئے اور تقریباً آٹھ بجے خطاب شروع ہوا۔ صدارت خطیب مسجد حافظ منظور احمد صاحب نے فرمائی۔ سٹیج سیکرٹری ملک محمد انور صاحب چیئرمین زکوٰۃ کمیٹی تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے تمہیدی کلمات میں بتایا کہ وہ دوسری مرتبہ سیالکوٹ آئے ہیں۔ پہلی مرتبہ تقریباً اکتیس سال قبل آنے کا موقع ملا تھا۔ اور کچھ معلوم نہیں کہ اللہ کو آئندہ کب میرا یہاں آنا منظور ہو۔ لہٰذا میں کوشش کروں گا کہ کوئی مکمل بات آپ کے سامنے آسکے۔ موضوع سیرت النبیؐ تھا۔ پہلے تو ڈاکٹر صاحب نے یہ بات واضح فرمائی کہ ہم مسلمانانِ پاکستان کی امتیازی شان یہ ہے کہ ہمارا ملک اسلام کے نام پر بنا ہے اس کی کوئی اور وجہ جواز بھی سرے سے نظر نہیں آتی۔ پھر آپ نے جائزہ لیا کہ حضورؐ کے ساتھ ہمارے تعلق کی بنیادیں کیا ہیں اور آیا ہم ان کا حق ادا کر رہے ہیں یا نہیں اور اگر نہیں تو کس طور اس کمی کو پورا کیا جائے

بارش کے باوجود لوگوں کا ہجوم بڑھتا رہا اور کئی دفعہ خطاب روک کر لوگوں کو سمٹ کر بیٹھنے کی اپیل کی گئی۔ پھر بھی مسجد کا ہال پر ہونے کے بعد صحن جس میں شامیانہ لگا تھا، لوگوں سے بھر گیا حتیٰ کہ لوگ ڈیوڑھی اور سڑک پر بھی چھتریاں لئے کھڑے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے کوئی سوا دو گھنٹے تک خطاب فرمایا۔ مجمع پر مکمل سناٹے کی کیفیت طاری رہی اور اس کے بعد امیرِ تنظیم نے سوالات کے لئے صبح پھر آنے کو کہا۔

دوسری نشست اگلے روز بعد نماز فجر منعقد ہوئی۔ بارش کے باوجود کوئی سو ڈیڑھ سو افراد جمع ہو گئے اور ڈاکٹر صاحب نے لوگوں کے سوالوں کا ایک ایک

کرکے سیر حاصل جواب دیا۔

ناشتہ کے لئے ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ صاحب کے ایک دوست ڈاکٹر طارق سعید صاحب نے اہتمام کیا تھا۔ یہاں بھی شہر کے معروف ڈاکٹر اور معززین جمع تھے۔ یہ نشست بھی کافی مفید رہی۔ ایک صاحب نے، جو پیشے کے اعتبار سے ایڈووکیٹ تھے، بڑے افسوس کے ساتھ علماء کے باہمی اختلاف کا تذکرہ کیا اور اسے عدم خلوص کا نتیجہ قرار دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اختلاف کو فطری قرار دیتے ہوئے کہا کہ ایک ہی مقدمے میں جج صاحبان کا بنچ بیٹھتا ہے تو ہر جج مختلف فیصلہ لکھتا ہے۔ اور یہ فطری بات ہے۔ اسی طرح ایک صاحب نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے مجلس شوریٰ چھوڑی اور آپ بہت سخت تقاریر بھی کرتے ہیں مگر حکومت آپ کو کچھ نہیں کہتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی اندر سے ضیاء صاحب کے ساتھ کوئی EQUATION رکھتے ہیں۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے سخت لہجے میں کہا "یہ کیا انداز ہے کہ لوگ کہتے ہیں۔ آپ بتائیے۔ آپ کہتے ہیں تو آپ کو میں جواب دوں"۔ اس پر وہ کہنے لگے "نہیں میں تو نہیں کہتا"۔ حاضرین محفل اس بات سے بہت لطف اندوز ہوئے۔ اس کے بعد کشمیر ٹینینٹ ہاؤس کے پروپرائٹر ملک مسعود علی صاحب کی فرمائش پر ڈاکٹر صاحب ایک صاحب کے گھر گئے جو بیمار تھے اور ڈاکٹر صاحب کا پروگرام الہدیٰ ٹیلیویژن میں دیکھنے کے بعد آپ سے ملاقات کی شدید خواہش رکھتے تھے۔ کچھ دیر آرام کے بعد ڈاکٹر وحید سلطان صاحب کے ہاں جانا ہوا۔ وہاں جناب منیر اقبال صاحب کے حلقے کے لوگ بھی جمع تھے (یاد رہے کہ جناب منیر اقبال صاحب نے اب تنظیم اسلامی کی رفاقت بھی اختیار کر لی ہے) ——— اور اس طرح سیالکوٹ کا پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

فیصل آباد: فروری کے تقریباً وسط میں ڈاکٹر صاحب دو روزہ دورے پر فیصل آباد تشریف لے گئے۔ اس دورے کی مختصر رپورٹ ہمارے رفیق ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے مرتب کی جو پیش خدمت ہے۔

فیصل آباد میں اہل حدیث حضرات کے زیر اثر ایک تبلیغی حلقے نے امیر تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے مؤرخہ ۱۷ فروری کا وقت بعد نماز عشاء درس قرآن مجید کے لئے حاصل کیا۔ راقم جب فیصل آباد میں تھا تو اس وقت سے گورنمنٹ اسلامیہ کالج والوں کی خواہش تھی کہ کالج میں ڈاکٹر صاحب کی تقریر کروائی جائے دو دفعہ وقت بھی حاصل کیا۔ مگر دونوں ہی مرتبہ کالج کی ہڑتال اور تعطیلات کے باعث پروگرام منعقد نہ ہو پایا۔ لہٰذا اس بار جب کالج کی انتظامیہ کے علم میں یہ بات آئی کہ ڈاکٹر صاحب فیصل آباد تشریف لا رہے ہیں تو انہوں نے فوری رابطہ قائم کیا اور دن کے گیارہ بجے کا وقت سیرت النبیؐ پر خطاب کے لئے مختص ہوا۔

فیصل آباد کے اس دورے کے لئے جو گروپ ترتیب دیا گیا تھا اس میں راقم الحروف کے علاوہ تنظیم اسلامی کے رفقاء میں سے محمد وقاص صاحب، محمد اقبال صاحب اور شعیب رحیم صاحب شامل تھے۔ رفیق محترم رحمت اللہ بٹر صاحب بھی اپنے دفتر سے فارغ ہو کر رات کی تقریر تک وہاں پہنچ گئے۔

گورنمنٹ اسلامیہ کالج میں سیرت النبیؐ کا یہ جلسہ سٹوڈنٹس یونین کے تحت ترتیب دیا گیا۔ کھلے میدان میں پنڈال بنا کر تقریباً آٹھ سو نشستیں لگائی گئیں۔ ہمارے رفقاء نے بھی مکتبہ لگایا

جناب ڈاکٹر صاحب کا خیر مقدم کالج کے پرنسپل جناب سید وقار مہدی صاحب نے کیا۔ کالج کے سابق پرنسپل پروفیسر ماجد علی شاہ صاحب بھی بطور خاص ڈاکٹر صاحب کا خطاب سننے کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ قلیل تعداد میں دوسرے مقامی کالجوں کے اساتذہ بھی موجود تھے۔

محترم امیر تنظیم نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ کسی بھی بڑی شخصیت کی سیرت کا جائزہ لینے کے لئے دو چیزیں سب سے اہم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس نے اپنا مقصد کیا متعین کیا اور دوسرے یہ کہ وہ اس مقصد کے حصول میں کہاں تک کامیاب ہوا۔ اور جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کی جانب دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ہدف ایک ہمہ گیر اسلامی انقلاب تھا کہ کفر و شرک اور غیر اللہ کی حکمرانی کو ختم کر کے اللہ کی حاکمیت کو قائم کیا جائے اور آپ نے ۲۳ سال (اور وہ بھی قمری) کی مختصر مدت میں خود تن تنہا دعوت کا آغاز فرمایا، دعوت کو قبول کرنے

والوں کو منظم کیا، ان کی تربیت کی اور مزاحمت اقدام اور مسلح تصادم کے انقلابی مراحل سے گزر کر جزیرہ نمائے عرب کی حد تک اللہ کے دین کو بالفعل غالب کر کے دکھا دیا ـــــ ڈاکٹر صاحب نے اس موقع پر ایک بات بہت زور دے کر کہی کہ حضورؐ یہ سب کچھ نہ کر پاتے۔ اگر آپؐ کو جاں نثار ساتھی میسّر نہ آتے۔ اس بات کو انہوں نے قرآن مجید سے اصحاب موسیٰ کی مثال دے کر واضح کیا کہ جب جنگ و قتال کا مرحلہ آیا تو قوم نے صاف انکار کر دیا (اِذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا ھٰھُنَا قٰعِدُوْنَ) جبکہ محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جاں نثار صحابہؓ کی اس جماعت نے اپنے نبیؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان فراہم کیا اور آپؐ کے چشم و ابرو کے اشارے پر کٹ مرنے کو تیار ہو گئے اور اپنا تن من دھن اس مقصد کیلئے قربان کر دیا۔

دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو کر امیر محترم نے مجھے حکم دیا کہ میں باقی ساتھیوں کو مسجد اہلِ حدیث امین بازار پہنچا کر وہاں کے منتظمین سے ملوا دوں تاکہ وہ عصر کے بعد ہی سے کتب اور کیسٹس کا سٹال لگانا شروع کر دیں۔ لہٰذا ہم نمازِ عصر سے کافی پہلے ہی وہاں پہنچ گئے۔ میزبانوں کے اصرار پر عصر کی نماز کے فوراً بعد راقم نے نصف گھنٹے کا درسِ قرآن مجید اسی مسجد میں دیا۔

عصر کی نماز کے بعد لوگوں سے غیر رسمی ملاقات کا وقت رکھا تھا۔ لہٰذا راقم الحروف کے گھر پر گورنمنٹ کالج کے دو پروفیسر صاحبان اور اسلامیہ کالج کے دو طالب علم ملاقات کے لئے آئے۔ ایک طالب علم نے اپنے میگزین کے لئے ڈاکٹر صاحب کا ایک انٹرویو ریکارڈ کیا۔ جبکہ گورنمنٹ کالج فیصل آباد کے شعبہ علوم اسلامیہ کے اسسٹنٹ پروفیسر چوہدری محمد نواز صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے بہت سے اہم تحریکی معاملات پر غیر رسمی گفتگو کی۔ تحریکوں کی ناکامی کے اسباب کے ذکر میں قائد اوّل کی قیادت کے فقدان کا مسئلہ زیر بحث آیا اور انہوں نے ایک بہت بڑی تحریک کا حوالہ دیا کہ اس میں قائد اوّل کے بعد تحریک کو لے کر چلنے والا ایک بھی آدمی نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اس میں قائد اوّل ہی نے خود اپنی غلط حکمتِ عملی کے باعث اپنے ان مخلص ساتھیوں کو کھو دیا

جو بعد میں تحریک کو سنبھالنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔
اسی طرح مختلف تحریکوں مثلاً جماعتِ اسلامی، تنظیم اسلامی اور تبلیغی جماعت کے مابین اتحاد کی ضرورت اور تمنا جو بہت سے دردمند لوگ دل میں رکھتے ہیں اس کا تذکرہ پروفیسر صاحب نے بھی فرمایا اس پر امیرِ تنظیم نے یہ بات واضح فرمائی کہ کسی خود ساختہ طریقے سے ان کے مابین اتحاد کا کوئی امکان نہیں ہے۔ البتہ اس کی ایک فطری صورت یہ ہے کہ کسی ایک تحریک میں اللہ کوئی ایسی شخصیت پیدا فرمادے جو دوسری دینی تحریکوں کے مخلصین کا اعتماد حاصل کرلے بصورتِ دیگر اتحاد کی کوششیں شاید سود مند ثابت نہ ہوسکیں۔
مغرب کی نماز کے بعد کھانے کا پروگرام تھا جس میں راقم نے جمعیت اہلِ حدیث کے ممتاز رہنما مولانا محمد اسحٰق چیمہ صاحب اور استاد محترم مولانا شمس الرحمٰن افغانی صاحب، خطیبِ جامع مسجد رحمانی کو بھی کھانے پر مدعو کرلیا۔ اس کے بعد عشاء کی نماز سے متصلاً قبل ہم جامع مسجد اہلِ حدیث امین پور بازار پہنچے۔ ہمارے ساتھی کتب اور کیسٹس کا سٹال مسجد کی سیڑھیوں کے نیچے لگا چکے تھے۔ مسجد کا ہال ہجوم سے بھر چکا تھا۔ اور لوگ ذوق و شوق سے چلے آرہے تھے اور نماز کے کچھ ہی دیر بعد مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔
بعد نماز عشاء ڈاکٹر صاحب نے درس کا آغاز فرمایا۔ ابتدائی کلمات میں ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اطلاع کے مطابق انہیں آج درس قرآن مجید دینا ہے مگر اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ کسی ایک حصّہ کو منتخب کرکے اس کا درس دیا جائے دوسرے یہ کہ کسی خاص موضوع کو سامنے رکھ کر قرآن مجید کی مختلف آیات کا درس دیا جائے۔ چونکہ یہاں کبھی کبھار موقع ملتا ہے۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ قرآن مجید میں سے اپنے مطالعہ کا حاصل آپ کے سامنے رکھ دوں۔ اس اجتماع میں چونکہ کچھ اہلِ علم بھی موجود تھے۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب نے ان سے گذارش کی کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی بات میں جہاں غلطی پائیں فوراً ٹوک دیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اہلِ علم کو مخاطب کرکے کہا کہ میں مانتا ہوں کہ تدریس بھی دین کی ایک خدمت ہے۔ مگر غور کیجئے کہ تعلیم و تدریس سے کیا آپ کی دینی ذمہ داریاں پوری

ہو رہی ہیں۔ اس طرح ڈاکٹر صاحب نے تین ذمہ داریوں یعنی عبادتِ رب شہادۃ علی الناس اور اقامت دین کی اہمیت قرآن وسنّت سے واضح کی پھر ان فرائض کی ادائگی کے لئے تین لوازم کا تفصیل سے ذکر کیا یعنی اللہ کا بندہ بننے سے لے کر اللہ کے دین کو بالفعل دنیا میں قائم کرنے کی خاطر مسلسل اور پیہم جد وجہد کی ضرورت ہے اور دین میں اس جد وجہد کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے واضح فرمایا کہ جہاد ہرگز قتال کا ہم معنی نہیں ہے۔ جہاد مسلسل ہے پیہم ہے اور فرضِ عین ہے۔ پھر امیر تنظیم اسلامی نے دین میں نظم جماعت کی ضرورت واضح فرمائی اور پھر اس نظم جماعت کی اصل بنیاد بیعت کو قرار دیا۔ آخر میں آپ نے تنظیم اسلامی کا تعارف کروایا کہ میں نے کام کا آغاز کر دیا ہے۔ جسے مجھ پر اعتماد ہو میرا ساتھ دے بصورتِ دیگر وہ جس جماعت کے بارے میں یہ گمان کرتا ہو کہ وہ ان مقاصد کے لئے سرگرم عمل ہے اس میں شامل ہو جائے اور دین کے لئے کام کرے۔

ملتان اوائل مارچ میں ڈاکٹر صاحب ملتان تشریف لے گئے۔ اس دورے کی مختصر رپورٹ ہمارے رفیق جناب شمس الحق صاحب نے مرتب کی ہے: (ادارہ)۔

"۴ مارچ ۱۹۸۳ء کو مہتمم جامع تعلیم الابرار عیدگاہ روڈ ملتان کی دعوت پر خطاب کے لئے ڈاکٹر صاحب ملتان تشریف لے گئے۔ لاہور سے ہم تین رفقاء جن میں راقم کے علاوہ جناب محمد رفیق صاحب اور مہر علاؤالدین صاحب شامل تھے، پہلے مکتبہ لے کر پہنچ گئے۔ ہم نے وہاں پہنچکر مقامی رفقاء سے رابطہ قائم کیا اور جمعہ کی نماز کے موقع پر مکتبہ لگایا۔

لاہور میں جمعہ پڑھانے کے بعد ڈاکٹر صاحب ۲ ½ بجے کی فلائٹ سے ملتان پہنچے جہاں مولانا ابوالحسن قاسمی صاحب مہتمم جامع نے ان کا استقبال کیا اور یوں نماز عصر سے قبل ڈاکٹر صاحب جامع میں پہنچ چکے تھے۔

ڈاکٹر صاحب کا خطاب چونکہ مغرب کے فوری بعد ہونا تھا۔ لہٰذا عصر کے بعد تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے چلے گئے۔ مغرب کے بعد جلسہ کی باقاعدہ

کارروائی کا آغاز قاری عبدالغفار صاحب کی قرأت سے ہوا اور جلسہ کی صدارت نوجوان ایڈووکیٹ تصدق حسین گیلانی صاحب نے کی۔ نہ صرف مسجد کا وسیع و عریض صحن بھرا ہوا تھا بلکہ مسجد کے باہر بھی لوگ کافی تعداد میں جمع تھے ملتان میں ڈاکٹر صاحب کا اس سال کا چوتھا خطاب تھا اور اس مسجد میں دوسرا خطاب تھا۔ دور دور سے لوگ تشریف لائے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عوام میں اسلام کے احیاء کی تڑپ موجود ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے قرآن حکیم اور ہماری زندگی کے موضوع پر تقریبًا سوا دو گھنٹے تقریر کی۔ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھی گئی۔

اس کے بعد کرنل غلام حیدر ترین کے ہاں دعوت ولیمہ میں شرکت کے لئے چلے گئے۔ جہاں بعد میں سوال جواب کی نشست ہوئی۔ زیادہ تر سوالات زمینداری کے متعلق تھے۔ وقت کافی گزر چکا تھا لیکن سوالات کی بوچھاڑ جاری تھی۔ ایک دفعہ مجلس برخاست ہونے والی تھی کہ سوالات دوبارہ شروع ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے سب سوالات کے تشفی بخش جوابات دیئے اور اس طرح تقریبًا ۱۲ بجے محفل برخاست ہوئی۔ دوسرے دن بعد نماز فجر دوبارہ جامع تعلیم الابرار میں سوال جواب کی نشست ہوئی۔ جس میں تنظیم اسلامی اور دیگر علمی پہلوؤں پر سوالات کئے گئے۔ صبح کی مجلس میں بھی لوگ کافی دور دراز سے تشریف لائے اور حاضری ۶۰۔ ۷۰ افراد پر مشتمل تھی۔ ۴ افراد تنظیم اسلامی میں شامل ہوئے۔ ۶ افراد میثاق کے مستقل خریدار بنے۔ مکتبہ کی فروخت سے ۶۲۰ روپے اور کیسٹ کی فروخت سے ۹۰۰ روپے حاصل ہوئے۔ ۹ بجے کی فلائٹ سے ڈاکٹر صاحب واپس لاہور تشریف لے گئے۔

مانسہرہ / اوگی | مانسہرہ شہر کے ایک معروف سماجی کارکن، جناب شیراز محمود قریشی صاحب کی دعوت پر ڈاکٹر صاحب ۶ مارچ کو مانسہرہ تشریف لے گئے۔ خطاب کا انتظام تاریخی مسجد مٹیاں میں کیا گیا تھا۔ تحریک خلافت کے دور میں یہ مسجد اہم اجتماعات کا مرکز بنی رہی ـــــ ۔ امیر محترم کا خطاب بعد نماز عشاء شروع ہوا۔ ختم نبوت کے لوازم و فضائل کے موضوع پر سیر حاصل

گفتگو رہی۔ لوگوں کا اشتیاق غیر معمولی تھا۔ مسجد اپنی تمامتر وسعت کے باوجود تنگ پڑتی محسوس ہو رہی تھی۔ سامعین میں جہاں وکلاء، ضلعی آفیسرز اور تاجر حضرات موجود تھے وہیں علاقے کی جملہ مساجد کے خطیب حضرات بھی تشریف فرما تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے علماء حضرات کو خصوصی طور پر مخاطب کرتے ہوئے انہیں اس امر کی جانب متوجہ کیا کہ ختم نبوّت کے نتیجے میں تبلیغ دین اور شہادت علی الناس کی جو ذمہ داری امت مسلمہ پر عائد ہوتی ہے۔ عوام میں اس ذمہ داری کے شعور کو اجاگر کیا جائے اور اس کی ادائیگی پر وہ خود بھی کمربستہ ہو جائیں اور امت کو بھی آمادۂ عمل کرنے کی سعی کریں۔

مانسہرہ سے ۲۵ میل کے فاصلے پر "اوگی" ایک قصبہ ہے۔ وہاں سے شدت کے ساتھ تقاضا آیا کہ ڈاکٹر صاحب کا ایک خطاب وہاں بھی ہونا چاہئے چنانچہ ۱۱ بجے صبح مارکیٹ کی مسجد میں خطاب کا پروگرام طے پاگیا۔ موسم صبح ہی سے ناسازگار تھا۔ بوندا باندی اور بارش کے باوجود بڑی تعداد میں لوگ ڈاکٹر صاحب کو سننے کے لئے جمع ہو گئے۔ خرابیٔ موسم کے باعث ڈاکٹر صاحب کے پہنچنے میں تاخیر ہوئی۔ اس وقت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس علاقے کے لوگوں نے مولانا قاضی محمد مشتاق صاحب خطیب مسجد ملّیاں مانسہرہ سے درخواست کی کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی گذشتہ شب کی تقریر کے بارے میں اپنے تاثرات بیان فرمائیں مولانا نے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ اگرچہ ماضی قریب کے ہمارے اکابرین میں مولانا غلام اللہ جیسے مدرس قرآن، مولانا غلام غوث ہزاروی جیسے مقرر اور مولانا مفتی محمود جیسے صاحب بصیرت بزرگ بھی گزرے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کو ان سب کی خوبیوں کا جامع بنایا ہے اور یہ اللہ ہی کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ـــــ مولانا نے مزید فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کل کی تقریر میں ختم نبوت کے لوازمات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں جس انداز سے واضح فرمایا ہے یہ چیز اس انداز سے اکثر و بیشتر علماء کے سامنے نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ختم نبوّت پر ایمان کے نتیجے میں جو ذمہ داری امتِ مسلمہ

پر عائد ہوتی ہے وہ نہایت اہم اور قابلِ توجہ ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اس کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔ مولانا نے اپنے تاثرات کو ان الفاظ پر ختم فرمایا کہ ہمیں چاہیئے کہ ہم ان باتوں کو عوام کے سامنے لائیں تاکہ دینی ذمہ داریوں کا صحیح شعور حاصل ہو اور جذبۂ جہاد کو جلاء حاصل ہو سکے اور تاکہ اُمّت اپنی ذمہ داریاں کو کما حقہٗ ادا کرنے پر کمربستہ ہو سکے ـــــ بعد ازاں ڈاکٹر صاحب نے اپنے مفصّل خطاب میں اُمّتِ مسلمہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق کی بنیادوں پر روشنی ڈالی اور اس موضوع کے ضمن میں سورۂ اعراف کی آیت کو عنوان قرار دیا جس میں فرمایا گیا ہے کہ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (ترجمہ: پس جو لوگ آپؐ پر (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان لائے اور آپؐ کی عزت و توقیر کی اور آپؐ کی نصرت و حمایت کی اور انہوں نے اتباع کیا اس نور کا جو ان پر نازل ہوا ہے یہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں) 'اوگی' بالاکوٹ کے قریب ہی واقع ہے۔ چنانچہ اس کی رعائت سے ڈاکٹر صاحب نے تحریکِ شہیدینؒ کا حوالہ دیتے ہوئے علماء کو نصرتِ دین کے لئے ہمہ تن جد وجہد کی دعوت دی۔ اس موقع پر ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی واضح فرمایا کہ اگر علماء ان کی تقریر میں اور ان کے استدلال میں کوئی غلطی پائیں تو بلا جھجک خطاب کے دوران ہی ٹوک دیں لیکن اگر قرآن و حدیث کی روشنی میں فرائضِ دینی کا یہی تصوّر سامنے آتا ہو جو انہوں نے (یعنی ڈاکٹر صاحب نے) پیش کیا ہے تو خدارا اس بات کا جائزہ لیں کہ دین کی ذمہ داریوں کو ہم کس حد تک ادا کر رہے ہیں اور جو کمی نظر آئے اس کی تلافی کے لئے فوراً بر سرِ عمل ہو جائیں۔

راولپنڈی / اسلام آباد

'اوگی' میں تقریر کے فوراً بعد راولپنڈی کے لئے عازمِ سفر ہونا پڑا کیونکہ بعد نمازِ مغرب کمیونٹی سنٹر اسلام آباد میں خطاب کا پروگرام تھا۔ کمیونٹی سنٹر میں حاضری حسبِ سابق بھرپور تھی۔ سورۂ صف زیرِ درس تھی۔ درس کے اختتام پر ڈاکٹر صاحب نے لوگوں کو دعوت دی کہ جن حضرات کے ذہنوں میں سوالات

جہاں وہ ۸ مارچ کو بعد نمازِ عصر فری لینڈ ہائی سکول راولپنڈی تشریف لے آئیں۔ وہاں ان شاء اللہ سوال و جواب کی نشست منعقد ہو گی ــــــ درس کے بعد رفقاءِ تنظیم کا ایک خصوصی اجتماع سٹلائیٹ ٹاؤن راولپنڈی میں منعقد ہوا جس میں راولپنڈی اور اسلام آباد میں تنظیم کا باقاعدہ انعقاد عمل میں آیا ــــ جناب احسان الحق صاحب کو راولپنڈی کا امیر نامزد کیا گیا اور اسلام آباد کی تنظیم کے لئے جناب عبدالصمد شیروانی صاحب کو امیر مقرر کیا گیا۔ ۸ مارچ کو بار ایسوسی ایشن کی دعوت پر ڈاکٹر صاحب نے بار روم میں وکلاء کی ایک بڑی تعداد سے خطاب فرمایا "اسلام اور پاکستان" اور "پاکستان میں نفاذِ اسلام" کے موضوع پر مفصّل گفتگو ہوئی۔ آخر میں ڈاکٹر صاحب نے حاضرین کے سوالات کے مفصّل جوابات دیئے ــــــ بعد نمازِ مغرب راولپنڈی مارکیٹ ایریا میں اللہ والی مسجد میں خطاب ہوا اور وہیں سے ڈاکٹر صاحب عازم لاہور ہو گئے۔

❀❀❀❀❀

بقیہ : اصلاحِ معاشرہ کا قرآنی تصوّر

کرنا چاہتا ہے ۔ اگر یہ خوف فی الواقع دل میں قائم ہو جائے تو انسان کی سیرت و کردار پر اس کی اثر پذیری کا جو عالم ہو گا وہ ان مثالوں سے اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے ــــ اس سے زیادہ مؤثر ذرائع خوف کا تصوّر بھی ممکن نہیں ہے۔

بقیہ : سیّد احمد شہید بریلوی رح

اللہ تعالیٰ کے قانون کو نافذ کرنے کے لیے لڑی تھی اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جامِ شہادت نوش کیا۔ ارشادِ خداوندی ہے : "اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مَرا ہُوا نہ کہو وہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں مگر تم نہیں سمجھتے۔"

ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(ماخوذ از : ماہنامہ "بینات" کراچی ۔ اشاعت ربیع الاوّل ۱۴۰۳ھ)

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

(الحدید : ۲۵)

اور ہم نے لوہا اتارا

جس میں بڑی قوت بھی ہے اور لوگوں کے لیے

بڑے فوائد بھی ہیں۔

اتفاق فاؤنڈریز لمیٹڈ

۳۲- ایمپرس روڈ- لاہور

افکار و آراء

(۱)

کراچی سے ایک خط

محترمی و مکرمی ۔ قاضی عبدالقادر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

۲۷ ر جنوری کو محترم جناب ڈاکٹر صاحب مدظلہ کی بے حد فکر انگیز تقریر تقریباً سوا دو گھنٹے جس انہماک سے سنی لوگوں نے پورے نظم وضبط کے ساتھ سنی، وہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ ہم سب اس قدر محو تھے کہ کسی کو اپنا ہوش نہ تھا پوری تقریر کے دوران مکمل خاموشی طاری تھی ۔ جلسہ کے بعد سے آج تک ہر شخص ڈاکٹر صاحب کے خطاب کی تعریف کر رہا ہے ۔ میں نے بحیثیت سیکرٹری انجمن ہذا جلسۂ سیرت النبی صلعم کی اجمالی رپورٹ اجلاس منعقدہ ۳ ر فروری ۸۳ ء مجلس عاملہ انجمن کے سامنے پیش کی تھی ۔

ڈاکٹر صاحب کے خطاب کے سلسلے میں میرے تاثرات ملاحظہ فرمائیے :

" الحمدللہ جلسہ سیرت، عظیم الشان جلسۂ سیرت النبی صلعم منعقد ہوا ، جس میں خطیب العصر، مقرر بے بدل محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مدظلہ العالی امیر تنظیم اسلامی نے سیرت النبیؐ کے موضوع پر جو سوا دو گھنٹے کی تقریر کی تھی ، وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے بے حد فکر انگیز اور بڑی معرکتہ الاراء تقریر تھی ، اور اگر میں یہ کہوں کہ ڈاکٹر صاحب کی تقاریر میں سے ہمارے ہاں کی یہ تقریر ایک یادگار تقریر تھی تو یہ مبالغہ نہ ہوگا ۔ ان کے افکار عالیہ کو ہر شخص نے سراہا ۔

یہ تاثرات صرف میرے ہی نہیں بلکہ ہر شخص کے ہیں ۔ اس روز اللہ کا ایک ایسا کرم ہوا جو قابل حیرت ہے اور وہ یہ کہ لسبیلہ کی جانب گولیمار، چورنگی تا سوسائٹی اور اِدھر ناریتھ ناظم آباد عیدگاہ پٹرول پمپ ناظم آباد ، بارش جاری رہی اور جلسہ میں سامعین بارش میں بھیگ کر پہنچے ، لیکن صرف انکوائری

آفس کا علاقہ، جہاں جلسۂ سیرت النبیؐ منعقد ہو رہا تھا اور محترم ڈاکٹر صاحب مدظلہ خطاب عالیہ سے ہمیں مشرف فرما رہے تھے، اللہ تعالےٰ نے اس ٹکڑے کو بارش سے محفوظ رکھا۔ ورنہ افراتفری پیدا ہو جاتی۔ یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ ہماری کوششیں، الحمد للہ اللہ کے یہاں بھی مقبول ہوئیں۔

والسلام احقر العباد **محمد اطہر سعید صدیقی**
سیکرٹری انجمن باشندگانِ بلاک ۲ ناظم آباد کراچی ۱۸

(۲)

روزنامہ "جسارت" کراچی کی اشاعت ۸ مارچ کا اداریہ بعنوان

"اس تحریک کے اصل خدوخال"

گذشتہ روز عالمی یومِ خواتین کے حوالے سے کراچی کے پریس کلب میں ایک جلسہ ہوا جس میں ممتاز قانون دان جناب خالد اسحٰق سمیت متعدد دوسرے مقررین نے خطاب کیا۔ اس جلسے میں تقریروں کا موضوع قانونِ شہادت اور دوسرے اسلامی قوانین اور اقدامات بنے۔ اس میں جناب خالد اسحٰق نے خواتین کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے حقوق کے لئے باعزت اور باوقار طریقے سے جدوجہد کریں انہوں نے قانونِ شہادت پر خواتین کی تحریک کو جذباتی قرار دیتے ہوئے کہا کہ عورتوں کو اپنے حقوق کے لئے باقاعدہ اسٹڈی گروپ قائم کرنا چاہیئے اور اس قسم کے معاملات کا تفصیلی مطالعہ ہونا چاہیئے۔ اس سلسلے میں جذباتی ردِعمل کی نہیں قانونی جنگ کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے وکلاء مدد کرنے کو تیار ہیں۔ جناب خالد اسحٰق نے خواتین سے کہا کہ آپ مسلمان معاشرے کی خواتین ہیں۔ آپ کو اپنی بات باعزت اور باوقار طریقے سے پیش کرنی چاہیئے۔ آپ اسلام کے نام پر بنائے جانے والے تمام قوانین کو وفاقی شریعت کورٹ میں چیلنج کیجئے تاکہ عدالت کے ذریعے ان قوانین کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ ہو سکے۔

خالد اسحٰق قانونِ شہادت پر معترض ہیں۔ ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اسلام میں عورت کی گواہی کا تصور وہ نہیں ہے جو قانونِ شہادت میں یا دیت و قصاص

وغیرہ کے دوسرے قوانین میں پیش کیا گیا ہے ۔ وہ اس سلسلے میں اپنا ایک منفرد انداز تعبیر اور تصور رکھتے ہیں ۔ تاہم وہ کسی بھی رائے کے قبول ورد کے لئے قرآن کو ذریعہ استناد سمجھتے ہیں ۔ اختلاف رائے کے حق کے احترام میں ان کی بات سنی جانی چاہیئے اور ان کا یہ موقف درست ہے کہ ان معاملات میں جذباتی انداز میں سڑکوں، گلی کوچوں میں احتجاجی تحریکوں اور نعرے بازی سے کام نہیں چلے گا بلکہ ایسے معاملات نمٹانے کے لئے ان اداروں سے رجوع کیا جانا چاہیئے جہاں یہ معاملات مناسب طور پر نمٹ سکتے ہیں ۔ چنانچہ انہوں نے خواتین کو صحیح مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ جن قوانین یا اقدامات پر اعتراض ہو انہیں خواتین پہلے اپنے اسٹڈی گروپ میں زیر غور لائیں تاکہ وہ احتیاط اور جانچ پرکھ کے ساتھ اپنا موقف طے کر سکیں اور اپنے اس موقف کو شریعت عدالت کے سامنے پیش کریں تاکہ وہاں سے فیصلہ ہو کہ ان کے موقف کی شرعی حیثیت کیا ہے ۔

خالد اسحٰق صاحب نے خواتین کو جذباتی نہ ہونے اور باعزت و باوقار ہونے کا جو مشورہ دیا وہ اس جلسے میں خواتین کے نامناسب رویوں کے براہ راست مشاہدے کا حاصل بھی کہا جا سکتا ہے ۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ کراچی پریس کلب میں خواتین کے محاذ عمل کے جلسے میں شرعی قوانین سے متعلق بعض مقررین نے انتہائی لچر اور گھٹیا خیالات کا اظہار کیا ۔ اس احتجاجی جلسے میں خواتین کی تعداد مردوں کے مقابلے میں کم تھی ۔ چند خواتین جلسے میں آزادانہ طور پر سگریٹ نوشی کر رہی تھیں ۔ جلسے کے شرکاء میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو جناب خالد اسحٰق کی موجودگی سے برہم تھا ۔ اس گروپ نے ان کی تقریر کے دوران مسلسل ہوٹنگ کی جناب خالد اسحٰق کی تقریر کے بعد دو خواتین اسٹیج پر تقریر کے لئے الجھ پڑیں ۔ ایک خاتون کا کہنا تھا کہ وہ فلسفے کی استاد ہیں اور مائیک پر اجازت لے کر گئیں تھیں لیکن مائیک ان سے چھین لیا گیا ۔ انہیں بولنے کی اجازت نہیں دی گئی ۔ کیونکہ ان کے بقول وہ اسٹیج سے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھنا چاہتی تھیں مگر چونکہ جلسے میں " آزادیٔ تقریر " تھی اس لئے انہیں نہیں بولنے دیا گیا ۔

جلسے میں ایک مقرر نے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا نام بگاڑ کر ڈاکٹر اسرار احمد

لیا اور شاہ بلیغ الدین صاحب کو شاہ فضول الدین کا خطاب دیا۔ چہرے پر ہاتھ کے اشارے سے داڑھی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ عورت کی تصویر اخبارات میں نہیں چھپ سکتی لیکن (داڑھی) اس جنگل کی تصویر چھپ سکتی ہے۔ اس مقرر نے ڈاکٹر اسرار، شاہ بلیغ الدین سمیت دیگر علماء کو درباری مولوی قرار دیا۔ جو ہمیشہ مرغ مسلم کے محتاج رہے ہیں۔ انہوں نے ہر غیر اسلامی حکومت کے حق میں فتویٰ دیا۔ اب یہ مُلّا اسلام کے نام پر اونٹ چلانا چاہتے ہیں۔ جلسے میں ایک خاتون نے ایک آزاد نظم پڑھی جس میں زنا کے مجرم کو مظلوم بتایا گیا اور نکاح و شادی بیاہ کا مذاق اڑایا گیا تھا۔ تحریکِ حقوق آزادئ نسواں کے جلسے کی یہ جھلکیاں دیکھ کر جناب خالد اسحٰق صاحب کی آنکھیں بھی حیرت اور صدمے سے کھلی کی کھلی رہ گئیں اور انہوں نے اپنی تقریر میں اس صورتحال کا نوٹس لیتے ہوئے کہا کہ آپ مسلمان معاشرے کی خواتین ہیں۔ آپ کے پلیٹ فارم سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ زنا کرنے والے شخص کو قابلِ قدر قرار دیں۔ جناب خالد اسحٰق کی روانگی کے بعد آزاد نظم پڑھنے والی خاتون نے مزید وضاحت کی کہ ان کی آزاد نظم ان "مظلوم" خواتین کے بارے میں تھی جو شادی جیسے "گھناؤنے" بندھن میں جکڑی ہوئی ہیں[1]۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ایک اعتبار سے کراچی پریس کلب کے جلسے کا یہ انعقاد اچھا بھی ہے کیونکہ اس جلسے کے اسٹیج کے ذریعے پورے معاشرہ کو یہ دیکھنے کا موقع مل گیا کہ خواتین کے حقوق اور آزادی کے نام پر معاشرے کا کونسا اخلاق باختہ طبقہ کن تصورات اور کن مقاصد کے ساتھ تحریک چلا رہا ہے۔ اور اس تحریک کے اصل خدوخال کیا ہیں۔ ہم ان خواتین کا احترام کرتے ہیں۔ جو پورے فکری

---

[1] گویا ان خاتون کی رائے یہ ہے کہ "نکاح" کے ذریعے رشتہ ازدواج سخت گھناؤنا عمل ہے۔ ان کے نزدیک آزادانہ جنسی اختلاط ہی حقیقی عدل و انصاف ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! یہ کون کہہ رہا ہے؟ ایک مسلمان کہلانے والی خاتون اور کس ملک میں کہہ رہا ہے؟ اس میں جس کے ارباب اختیار اسلامی نظام کے نفاذ کے عزم کی راگنی الاپنے سے تاحال نہیں تھکے ہیں

اخلاص، سنجیدگی کے ساتھ شرعی معاملات میں تشکیک کا شکار ہیں ـــــ اور کسی معاملے کو سمجھنے کے لئے اختلاف کرنا احسن ہے بُرا نہیں کہ اس سے تفہیم اور تعقل کی راہیں کھلتی ہیں لیکن اخلاقی نراجیت اور تہذیبی بہیمیت کے مکروہ عزائم اور مقاصد کے ساتھ دین کے احکام تو کجا کسی بھی معاشرے میں لادینی اخلاقی روایات کا مضحکہ اڑانا بھی گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ اس طبقے کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ قانون اور قانون کی عملداری کا اہتمام کرنے والے اگر ان کی بدکلامی کا سدِ باب نہ کر سکے تو ایسے افراد کی اشتعال انگیزی کا احتساب معاشرہ بھی کر سکتا ہے۔ کسی روز اگر اس اشتعال انگیزی کے نتیجے میں کوئی سنگین ردِ عمل ظہور پذیر ہوا تو نتائج کسی کے حق میں بھی اچھے نہ ہوں گے۔

———— (۴) ————

عورت اور اسلامی قانون شہادت !

لاہور میں اسلامی قانون شہادت کے خلاف ہونے والا خواتین کا مظاہرہ ایسا واقعہ ہے کہ اس سے ہر مسلمان کا دل لرز جاتا ہے کہ آخر ایک ایسے ملک کی مائیں بہنیں جو محض اسلام کے نام پر وجود میں آیا اور اس قوم کی بیٹیاں جو دورِ حاضر میں دنیا بھر میں اسلام کے لئے غیرت مند ہونے میں اپنی مثال آپ ہیں اس راہ پر کیسے نکل کھڑی ہوئیں ؟

اس کے پس منظر میں جو بھی ہاتھ کام کر رہے ہوں وہ کوئی تعجب خیز بات نہیں کیونکہ باطل قوتیں ہمیشہ اپنا کام کرتی رہتی ہیں اور کر رہی ہیں اور کرتی رہیں گی. مگر شکوہ ان ماؤں اور بہنوں سے ہے جو ایک مسلمان ملک کی باسی، مسلمان قوم کی بیٹیاں اور خود مسلمان ہونے کے باوجود کسی باطل قوت کے منصوبوں کی تکمیل کے لئے آلۂ کار بنیں اور کسی انسانی قانون کے خلاف نہیں بلکہ اپنے خالق و مالک کے قانون کے خلاف سینہ سپر ہوئیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ان خواتین کا تناسب اسلام اور اس کے فطری قوانین سے محبت رکھنے والی عفت مآب پاکستانی خواتین کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ تاہم چند گزارشات ان ماؤں اور بہنوں کی خدمت

میں پیش کرنے کا ارادہ ہے جو اس مظاہرہ میں شریک ہوئیں یا اس سے اتفاق رائے رکھتی ہیں۔

(۱) اگر یہ خواتین اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہیں تو انہیں کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا کہ وہ اسلام کے ایک ایسے قانون کے خلاف آواز اٹھائیں جس کا مقرر کرنے والا خود خدا ہو اور جو خدا کی ازلی کتاب میں بصراحت موجود ہو، کسی بھی دین کے پیروؤں کی جانب سے ایسا اقدام اس دین سے ان کی بغاوت کا غماز ہوتا ہے اور پھر اسلام کے کسی منصوص حکم کا انکار کسی طرح بھی کفر سے کم نہیں اور اگر یہ خواتین اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہتیں تو پھر ایک مسلم ملک میں ایک شرعی قانون کے خلاف آواز اٹھانے کا جواز کسی صورت میں بھی انہیں مہیا نہیں ہو سکتا۔

(۲) اس مظاہرے کی بنیاد اس بات پر رکھی گئی ہے کہ اسلام کے قانون شہادت سے عورت کے مقام کی تنقیص ہوتی ہے۔ کیونکہ اس قانون میں دو عورتوں کی شہادت کو ایک مرد کی شہادت کے برابر قرار دیا گیا ہے اور یہ کہ صرف عورتوں کی شہادت قابلِ اعتبار نہیں جب تک ایک مرد بھی گواہی میں شامل نہ ہو۔

یہ تو اس قانون کے ناقص قرار دینے کی وہ تعلیل ہے جو اس قانون الٰہی کو ناقص قرار دینے والے لوگ ہمیشہ پیش کرتے ہیں مگر یہ تصویر کا ایک رُخ ہے جو کسی سادہ لوح کو دھوکہ دینے کے لئے بظاہر بہت جاذب اور اسلام سے نفرت دلانے کے لئے بہت کارگر ہے۔ مگر مومن نہ دھوکہ دیتا ہے نہ دھوکہ کھاتا ہے

حقیقت یہ ہے کہ رب العزت نے اس قانون کے لئے جو علت بیان فرمائی ہے اس سے ذرہ برابر بھی عورت کے مقام کی تنقیص نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس خدائے برتر نے عورت کو ایک ایسی تباہی سے بچایا ہے کہ اگر یہ قانون نہ ہوتا تو عورت کا اس تباہی میں واقع ہونا یقینی اور اس سے بچنا ناممکن تھا۔ یہ عورت پر اللہ کا محض رحم و کرم اور اس کی شفقت ہی ہے جو اس کو اس تنگی سے اس قانون کے ذریعہ نکالا۔ اس بات کی وضاحت کے لئے ہم چند امور کا ذکر کرتے ہیں تاکہ تصویر کا دوسرا رخ پوری وضاحت کے ساتھ سامنے آجائے اور انصاف پسند طبیعتیں خود فیصلہ کریں کہ خدا کا قانون کس قدر عادلانہ ہے۔

١۔ شہادت ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جس کی صحیح ادائیگی فرض ہے۔
٢۔ شہادت کی بنیاد پر حقوق انسانی کا فیصلہ ہوتا ہے۔
٣۔ خلاف واقعہ گواہی دینا گناہ کبیرہ ہے جس کو حضورؐ نے شرک باللہ، عقوق والدین، میدان جنگ سے بھاگنا، وغیرہ سات کبیرہ گناہوں میں سے شمار کیا ہے۔
٤۔ گواہی کا چھپانا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔
٥۔ حقوق انسانی کا تحفظ اور ان کے بارے میں وثوق سے فیصلہ کرنا اسلامی عدلیہ کی ذمہ داری ہے۔
٦۔ کسی انسان کی حق تلفی کو تمام متمدن اقوام جرم سمجھتی ہیں۔
٧۔ عموماً عورتیں کمزور قوت ارادی رکھتی ہیں۔
٨۔ بھول چوک مردوں کی نسبت عورتوں میں زیادہ ہوتی ہے۔

ان میں سے پہلی چھ باتیں شرعی طور پر مسلم ہیں۔ آخری دو باتوں سے کسی کو اختلاف تو ہو سکتا ہے مگر شرعی نصوص، طبی تحقیقات، انسانی تجربات، وقائع وحوادث اس قدر زیادہ ہیں کہ دونوں حقائق سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ دونوں باتیں اس صنف کے اندر فطری ہیں، اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اگر بعض عورتیں قوتِ ارادی کی مالک پائی گئی ہیں یا ان میں حفظ وضبط کی قوت بعض مردوں سے زیادہ محسوس کی گئی ہے تو اس سے یہ قاعدہ کلیہ غلط ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ بات افراد کی نہیں ہو رہی پوری صنف کی ہو رہی ہے یعنی مجموعی نسبت سے عورتیں ضعیف الارادہ اور حفظ وضبط میں کمزور ہوتی ہیں۔ ان امور پر نظر ڈال کر ٹھنڈے دل سے سوچا جائے تو ایک سوچنے والا ذہن ضرور یہ فیصلہ کرے گا کہ واقعۃً اللہ کا عورتوں پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے عورتوں پر سے اس نازک ذمہ داری کے بوجھ کو ہلکا کر دیا ہے ورنہ اگر عورت ہر صورت میں شہادت کے مسئلے میں مردوں کے مساوی ہوتی تو حسب ذیل صورت سے سابقہ پڑتا۔

(١) گواہی دینا ہر صورت میں عورت پر فرض ہوتا
(٢) گواہی کو چھپانے سے گناہ کبیرہ لازم آجاتا۔

(۳) بھول چوک کی ساری ذمہ داری اسے خود اٹھانی پڑتی ۔
(۴) کمزور قوت ارادی کیوجہ سے کوئی بھی شخص ترغیب و ترہیب کے ذریعہ اس سے جھوٹی گواہی دلوا سکتا ۔ جس کا سارا گناہ اسی کے سر ہوتا ۔
(۵) اس گواہی کی بنیاد پر ہونے والے فیصلہ سے جس شخص کی حق تلفی ہوتی اس کی ساری ذمہ داری اسی عورت پر ہوتی ۔
(۶) سابقہ دونوں فطری خامیوں کی وجہ سے صرف عورتوں کی گواہی کی اساس پر ہونے والا فیصلہ مشتبہ رہ جاتا اور حقوق انسانی کے تحفظ میں غیر ذمہ داری اور حق تلفی کا شبہ باقی رہ جاتا ۔

رہی یہ بات کہ دونوں خامیاں عورتوں میں کیوں ہیں! تو اس میں کسی انسانی عمل کو دخل نہیں ۔ یہ اعتراض تو عورت کو عورت بنانے پر بھی ہو سکتا ہے ۔ مگر خدا کے منشاء پر اعتراض کرنے کا کسی کو حق نہیں ۔

اب آئیے دیکھیں کہ کیا اس قانون سے عورتوں کی تنقیص مقصود ہے؟ تو حاشا وکلاّ ۔ خدا کا قانون عدالت کے اعلیٰ معیار پر قائم ہے ۔ کیونکہ:

۱ ۔ اللہ نے عورت کو گواہی کے حق سے محروم نہیں فرمایا ۔ بلکہ صرف مردوں کی گواہی اور اس گواہی میں جس میں عورتیں شامل ہیں، شریعت کی نظر میں کوئی فرق نہیں اور عدالت دونوں قسم کی شہادتوں کی بنیاد پر فیصلہ صادر کرنے کی شرعاً پابند ہے ۔

۲ ۔ بہت سے مسائل ہیں جن کی تفصیل فقہی مباحث میں موجود ہے جن میں صرف عورتوں کی گواہی پر اعتماد کیا جاتا ہے ۔ وہاں مردوں کی گواہی قابل اعتماد نہیں ۔ بلکہ بعض مسائل میں ایک عورت کی گواہی پر بھی اعتماد کیا جاتا ہے ۔ مثلاً عورتوں کے عیوب، ولادت، رضاعت جیسے مسائل جن میں عورتوں کے مشاہدہ اور تجربہ کو دخل ہو ۔

آخری یہ بات رہ جاتی ہے کہ شہادت میں دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر کیوں قرار دیا گیا ہے ؟ تو یہ ایسی بات ہے کہ جو عورتوں کے حق میں ہے ۔ ان کے خلاف نہیں ۔ کیونکہ اللہ نے عورت کی گواہی میں وثوق پیدا کرنے کے لئے دوسری

عورت کو بھی شامل فرما دیا ہے تاکہ خود عورت کو اطمینان رہے کہ وہ جھوٹی یا خلافِ واقعہ گواہی دینے کے گناہ عظیم سے محفوظ رہتی ہے اور پھر عورتوں کے ساتھ ایک مرد کے گواہ ہونے سے بھی اس وثوق کو تقویت ملتی ہے۔ کیونکہ فطرتاً عورت کسی بھی کام میں مرد کی شمولیت سے اطمینان اور اپنا بوجھ ہلکا محسوس کرتی ہے۔

آئیے اخیر میں خدا کے اس کلام کو سامنے رکھیں جس میں اس قانون کا ذکر ہے اور کس حسین انداز میں اس کی علت بیان فرمائی ہے۔ فرمایا:

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى (بقرہ)	"اور تم گواہ رکھو اپنے مردوں (مسلمانوں) میں سے دو گواہ۔ پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جو گواہوں میں تمہیں پسند ہوں۔ ہو سکتا ہے ان دونوں (عورتوں) میں سے ایک بھٹک جائے تو دوسری اسے یاد دہانی کرا دیگی ——!"

اس مبارک کلام میں جو فطرت سے ہم آہنگ ہے عورتوں کی تنقیص کا کونسا پہلو نکلتا ہے؟ بلکہ اس سے تو شفقت و رحمت کی ایک ایسی آواز آرہی ہے جو دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ رب العزت پاکستان کے تمام مردوں اور عورتوں کو مل کر اس ملک کی اسلامی طرز پہ ناقابلِ تسخیر تعمیر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!

—— محمد مرسلین

متعلّم کلیۃ الشریعۃ، مدینہ یونیورسٹی، سعودی عرب۔

پہلے خلانورد کا قبولِ اسلام

روزنامہ "جسارت" کراچی کا ایک شذرہ

(اشاعت ۱۲ فروری ۱۹۸۳ء)

چاند پر قدم رکھنے والے پہلے انسان امریکی خلا نورد، آرام اسٹرانگ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ ان کی زندگی میں اچانک یہ تبدیلی اس لئے آئی کہ انہوں نے چاند پر اترنے کے بعد وہاں اذان کی آواز سنی تھی۔ ان کے لئے یہ آواز غیر مانوس تھی۔ پہلے تو انہیں خیال ہوا کہ شاید ان کے کان بج رہے ہیں۔ لیکن یہ آواز دیر تک مسلسل کہیں سے آتی رہی اور چونکہ یہ پہلی اور واحد آواز تھی جو چاند پر اترنے کے بعد انہوں نے سنی تھی، اس وقت ان کے تمام حواس بیدار اور چوکنا تھے۔ لہٰذا یہ آواز انہیں اچھی طرح یاد رہی اور لفظ و آہنگ ان کے ذہن میں محفوظ رہے۔ برسوں بعد پچھلے دنوں انہیں ایک لیکچر دینے کے لئے قاہرہ جانے کا اتفاق ہوا تو یہ امریکی خلا نورد وہاں اذان سن کر حیران رہ گیا۔ کیونکہ یہ تو بالکل وہی الفاظ تھے جو اس نے چاند پر سنے تھے۔ اس عجیب و غریب تجربے کے بعد آرام اسٹرانگ اسلام کی حقانیت پر ایمان لائے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

ایسا ہی کوئی تجربہ افریقہ یا ایشیا کے کسی عام مسلمان یا غیر مسلم کے ساتھ پیش آیا ہوتا تو اسے خواب و خیال یا وہم و گمان کی بات سمجھ کر ٹلا دیا جاتا اور اس سائنسی دور میں بھی ایسی دقیانوسی باتیں کرنے پر اس کا خوب مذاق اڑایا جاتا۔ لیکن سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک کے ایک بڑے سائنسدان اور خلا نورد کے انکشاف پر ترقی یافتہ دنیا کے پاس مذاق اڑانے کا کوئی حیلہ رہ گیا ہے اور نہ اس واقعہ کو نظر انداز کرنے کا کوئی بہانہ یہ ایک غیر مسلم کا تجربہ ہے جسے ضعیف الاعتقادی کا مظہر بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اسلام کا پیغام تمام زمانوں اور جہانوں کے لئے ہے۔ آرام اسٹرانگ نے چاند پر اذان کے سننے کی شہادت نہ دی ہوتی تو بھی یہ امر اپنی جگہ مسلم اور سب سے بڑی سچائی ہے تاہم یہ بات ایک عام مسلمان کے لئے خوشی و مسرت کا باعث ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے پیغام کی حقانیت پہ ایمان لانے کے واقعات ترقی یافتہ سائنسی حلقے میں پیش آ رہے ہیں۔ روحانیت کی معراج کو پہونچنے کے بعد اب انسان نے مادی طور پر بھی ترقی کی اتنی منازل طے کر لی ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے وجود کا اعتراف و شعور پیدا ہو رہا ہے۔ اللہ تو مادے کی شہادت کا محتاج نہیں لیکن خود انسان کے لئے اس شہادت کو جھٹلانا ممکن نہیں ہوگا۔

عن عبداللہ بن عمرؓ۔ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ

عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ

کراچی میں تنظیم اسلامی کے اجتماعات کا پروگرام حسب ذیل ہے:

جن میں درس قرآن (عموماً بذریعہ کیسٹ: ڈاکٹر اسرار احمد صاحب) درس حدیث، مطالعہ سیرتِ مطہرہ اور فقہ اسلامی اور تفہیم و تفہیم کے لئے سوال و جواب کا اہتمام ہوتا ہے۔ یہ اجتماعات کراچی دفتر کمرہ ۱۱ داؤد منزل نزد آرام باغ میں منعقد ہوتے ہیں۔

- ہر جمعہ کی صبح ½ ۹ بجے تا ½ ۱۱ بجے
- ہر پیر اور بدھ کو بعد نماز مغرب

یہ امر مسلم ہے کہ

کوئی دینی جریدہ اصحابِ ثروت کے تعاون کے بغیر نہیں چل سکتا

کاروباری صنعت کار حضرات کو

میثاق

کے ساتھ تعاون کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ

اس میں **اشتہار** شائع کرائیں

نرخنامہ اشتہارات

سرورق:

آخری صفحہ	=/۱۵۰۰ روپے فی اشاعت
دوسرا صفحہ (اندرونی)	=/۱۲۰۰ روپے 〃 〃
تیسرا صفحہ (اندرونی)	=/۱۰۰۰ روپے 〃 〃

اندرونی عام صفحات

پورا صفحہ	=/۸۰۰ روپے 〃 〃
نصف صفحہ	=/۵۰۰ روپے 〃 〃

نوٹ

۱ اشتہار میں نہ کوئی تصویر چھپے گی نہ دینی اعتبار سے کوئی قابلِ اعتراض مواد !
۲ 'میثاق' کے پورے صفحے کا سائز ۷" × ۴" ہے !
۳ کسی خاص ڈیزائن کے لئے پوزیٹیو فلم مشتہر حضرات کو خود فراہم کرنی ہوگی،
۴ رنگین اشتہارات میں رنگ کے لئے ۵۰ فی صد مزید معاوضہ ہوگا۔
۵ منظور شدہ ایڈورٹائزنگ ایجنسیوں کو ۱۵ فی صد کمیشن دیا جائے گا ،
۶ خاص حالات میں مشتہر حضرات کو بھی رعائت دی جا سکتی ہے ،

تبصرۂ کتب

(۱) تاریخ میلاد

مؤلف: مولانا حافظ حکیم عبدالشکور صاحب مرزاپوریؒ

صفحات: ۱۷۵　　　قیمت: -/۲۰ روپے

ناشر: عمران اکیڈمی، مسلم آباد، شالامار ٹاؤن، لاہور

جو مسائل ملّتِ اسلامیہ میں وجہ نزاع بنے ہوئے ہیں اور جن کی وجہ سے ملت اسلامیہ تشتّت و افتراق کا شکار ہے، ان میں سے ایک مروّجہ "مجلسِ میلاد" منانے کا مسئلہ ہے ــــــ جہاں تک نفس میلاد یا نفس ذکرِ ولادت پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم کا تعلق ہے تو اس میں کسی کو اختلاف نہیں اور نہ ہو سکتا ہے جیسا کہ خود زیرِ تبصرہ کتاب میں اس کی صراحت موجود ہے۔ سب کے نزدیک آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حالات، خواہ وہ کسی قسم کے ہوں، کا بیان کرنا اور ان کا سننا موجبِ برکت و ثواب اور باعثِ تجدید ایمان ہے۔ لیکن چونکہ بعض لوگوں نے اس میں کچھ مخصوص چیزوں کا التزام کیا ہوا ہے، اس لئے اس مسئلہ نے ایک متنازع فیہ مسئلہ کی صورت اختیار کر لی ہے۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ میلاد منانے میں بعض غالی شاعروں اور مولود خوانوں کے غلو نے اس مسئلہ کی سنگینی کو اور بڑھا دیا ہے۔ مثلاً بعض نعت خوانوں نے اس طرح کے اشعار کہے ہیں:۔

روشنائی بھی بنا لیجئے اگر ہے منظور　　　پھر نہیں ملنے کا جبریلِ امیں سا مزدور
پینے کے لئے ہو دیدۂ یعقوب کھرل

بعض مجالس میلاد میں تو یہاں تک کہہ دیا گیا ہے

وہی جو مستویٔ عرش تھا خدا ہو کر　　　اتر پڑا مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر!

یہ اور اس قسم کے دوسرے بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کے مشرکانہ اور گستاخانہ ہونے کے سب فریق قائل ہیں۔

مولانا حکیم حافظ عبدالشکور صاحب مرزاپوری مرحوم نے اپنی اس

تصنیف میں اس مسئلہ کی نزاعی صورتوں کو ختم کرنے اور محکم دلائل کی بنیاد پر فریقین کو ایک دوسرے کے قریب لانے کی قابل قدر کوشش کی ہے ۔۔۔۔

مولانا مرحوم کی یہ کتاب ۱۳۵۴ھ و ۱۳۵۵ھ میں بلند پایہ عالم مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی نظر ثانی کے بعد انہی کے زیر ادارت شائع ہونے والے مجلے "الفرقان" لکھنو میں قسط وار شائع ہوتی رہی ہے جو بجائے خود اس کے جید اور معتبر ہونے کی دلیل ہے۔

چھٹی صدی ہجری کے آخر سے لے کر تاحال میلاد منانے کی جو مختلف صورتیں رہی ہیں اور مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں جن جن رسوم و تقالید کا اضافہ ہوتا رہا ہے، مولانا مرحوم نے ان کو بڑے دلچسپ انداز میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ میلاد سے متعلق تحریر کردہ بعض عجیب و غریب واقعات اور عجیب و غریب رسوم کے بیان نے اس کتاب کے تاریخی پہلو کو مزید دلچسپ بنا دیا ہے۔

متعلقہ مسئلہ سے متعلق مختلف ادوار کے علماء کی آراء نقل کرنے کے ساتھ ساتھ مصنف نے ادلۂ اربعہ کی روشنی میں مروجہ مجلس میلاد کی فقہی حیثیت کو متعین کرنے کے ضمن میں جو اصولی مباحث قائم کئے ہیں، وہ بہت بلند پایہ اور قابل مطالعہ ہیں۔

قدیم جید علماء مثلاً مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی، مولانا شاہ ولی اللہ، شیخ محی الدین ابن عربی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ حجر ابن عسقلانی وغیرہم کی آراء بمع حوالہ جات نقل کر کے مزید روشنی ڈالی ہے۔

ہمارے خیال میں اگر ٹھنڈے دل کے ساتھ اور فرقہ پرستانہ جذبات سے بالاتر ہو کر اس کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو امر حق معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں رہتا۔ آخر کتاب میں مصنف نے فریقین میں اتحاد پیدا کرنے کی غرض سے میلاد منانے کی کچھ ایسی صورتیں بھی پیش کی ہیں جن پر اصولی طور پر فریقین متفق ہیں۔

الغرض کوئی ایسا پہلو نہیں ہے جسے مصنف نے تشنہ چھوڑا ہو۔ بایں ہمہ کتاب طباعت کی اغلاط کے لحاظ سے معمولی اصلاح طلب ہے۔

۲۔ معیار العلماء
مؤلف : مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی
صفحات : ۱۴۰ قیمت ۱۵/۰۰ روپے
ناشر : مکتبہ القاسم۔ مسلم آباد۔ شالامار ٹاؤن لاہور

ہمارے بہت سے المیوں میں سے ایک بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ ہمارے ہاں نام نہاد علماء کی کثرت ہو گئی ہے جن کی لاعلمی یا کم علمی اور ناعاقبت اندیشی نے قوم میں بہت سی خرابیوں کو جنم دیا ہے۔ دوسری طرف عوام کی اکثریت میں یہ مرض سرایت کر چکا ہے کہ وہ علماءِ سوء کی لچھے دار اور افسانوی تقریروں ہی کو سن کر خوش ہوتے ہیں اور علماءِ حق اور علماءِ سوء میں امتیاز نہیں کر پاتے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں عوام کو ان حقائق سے روشناس کرایا جائے جن کی بنیاد پر وہ علماءِ حق اور علماء سوء میں تمیز کر سکیں۔ اس سلسلے میں ہم اکبر شاہ صاحب نجیب آبادی مرحوم کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھ کر اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ اس کتاب میں (جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے) قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں علماء حق اور علماء سوء کا واضح انداز میں نقشہ کھینچا گیا ہے۔ سلف صالحین میں سے جن حضرات کی کتابوں سے حوالے دیئے گئے ہیں ان میں سے حضرت امام غزالیؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں جو علماء سوء پر تنقید کرنے کے میدان کے خاص مردِ مجاہد ہیں۔

مصنف نے یوں تو بہت سے عنوانات پر بھرپور بحثیں کی ہیں تاہم چند ایک عنوانات خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ مثلاً (۱) قرآن مجید اور علماء (۲) وعظ و نصیحت کا معاوضہ اور علماء (۳) کبر و غرور، ریاکاری اور علماء (۴) بحث و مباحثہ و تمسخر اور علماء (۵) اتحاد بین المسلمین اور علماء (۶) موجودہ زمانے کے علماء اور واعظین۔

کتاب کے بہت سے عربی، فارسی اشعار فکر انگیز ہیں اور بعض مبنی بر صنعات عجیبہ عبارتیں غایت درجہ دلچسپ ہیں
مصنف نے صرف علماء سوء ہی پر تنقید نہیں کی بلکہ نئی روشنی کے نام نہاد

مجدّدین پر بھی کھل کر تنقید کی ہے۔ اس سلسلے میں ان کے یہ الفاظ ایک گہری حقیقت کے غماز ہیں :-

"یورپ والوں کی اس قابلِ نفرین حالت کو حقیقی مقصد دری اور یورپ والوں کی اس گندی زندگی کو جنّتی زندگی قرار دینے والے اور مسلمانوں کو مذہب کے نام فریب دے دے کر انہی کی ڈگر پر چلانے کی کوشش کرنے والے یا تو سخت احمق و فریب خوردہ ہیں یا اسلام کے دشمن اور بدخواہ ہیں "

بایں ہمہ بعض مقامات پر مصنّف کا لب و لہجہ بہت شدید ہے اور بعض ظاہری عبارات دل میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کا باعث بنتی ہیں اور اس چیز کو خود مصنّف نے بھی محسوس کیا ہے۔ چنانچہ آخر میں انہوں نے بعض ممکنہ خدشات کو رفع کرنے کے لئے ایک ضمیمے کا اضافہ کیا ہے۔

"اِسلام میں خواتین کا مقام"

کے موضوع پر

ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک اہم خطاب

ماہنامہ میثاق کے مئی ۸۲ کے شمارے

یعنی اشاعت خصوصی میں ملاحظہ فرمائیں

مزید برآں

اسی موضوع پر دیگر اصحابِ علم و دانش کی تحریریں بھی
اس اشاعتِ خصوصی میں شامل ہیں

یہ شمارہ دفتر میں محدود تعداد میں موجود ہے

قیمت فی پرچہ (قسم ادنیٰ) -/۶ روپے، (قسم اعلیٰ) -/۱۰ روپے

آپ کو پریسٹرلیسڈ کنکریٹ کے معیاری

گارڈر، بلے اور سلیب وغیرہ

درکار ہوں تو وہاں تشریف لے جائیے جہاں

اظہار لمیٹڈ کی تیار چھتیں

کا بورڈ نظر آئے

صدر دفتر : ۶ - کوثر روڈ - اسلام پورہ (کرشن نگر) لاہور

فون:- ۶۹۵۲۲ ۶۱۵۱۴

پچیسواں کیلومیٹر - لاہور شیخوپورہ روڈ

جی-ٹی روڈ کھٹالہ (نزد ریلوے پھاٹک) گجرات

انڈس ہائی وے - مختار آباد - نزد راجن پور (ڈیرہ غازیخان ڈویژن)،

فیروز پور روڈ - نزد جامعہ اشرفیہ - لاہور - فون :- ۴۱۳۵۶۹

شیخوپورہ روڈ - نزد نیشنل ہوزری فیصل آباد - فون :- ۵۰۶۲۶

جی-ٹی روڈ - مریدکے

جی-ٹی روڈ - سرائے عالمگیر

جی-ٹی روڈ - سواں کیمپ - راولپنڈی : فون :- ۶۸۱۲۷

جاری کردہ : مختار سنز گروپ آف کمپنیز

يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوتُنَّ
إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ وَاعْتَصِمُوا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ

سورۃ الاسراء۔ الآیۃ ۸۲

❀❀❀

عطیہ: حاجی محمد سلیم

❀

حاجی شیخ نور الدین اینڈ سنز لمیٹڈ (Exporters)

نمبر ۳۰۱، لنڈا بازار، لاہور ۳۰۶۴۲۸ / ۳۰۵۴۶۹

THE ORIGINAL
Coca-Cola
Have a Coke and a smile.
"COCA-COLA" AND "COKE ARE THE REGISTERED TRADE MARKS WHICH IDENTIFY.
THE SAME PRODUCT OF THE COCA-COLA COMPANY.
paragon

PEPSI

MIRINDA

پنجاب بیوریجز کمپنی لمیٹڈ۔ فیصل آباد۔ فون: ۲۶۰۳۱
۲۳۹۳۱

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ (حدیثِ نبوی)

(تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن کا علم حاصل کریں اور اس کے علم کو دوسروں تک پہنچائیں)

نشرُ القرآن کیسٹ سیریز

ڈاکٹر اسرار احمد

امیر تنظیمِ اسلامی

کے

دروسِ قرآن

اور

خطاباتِ عام

نشرُ القرآن تنظیمِ اسلامی

کیسٹ سیریز

لاہور: ۳۶-کے، ماڈل ٹاؤن، فون: ۸۵۲۶۱۱

کراچی: کمرہ ۱۱۰، داؤد منزل نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت

مُلکی صنعت قوم کی خدمت ہے
اور
قومی خدمت ایک عبادت ہے

سروس انڈسٹریز

اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے سال ہا سال سے
اِس خدمت میں مصروف ہے

Servis

قدم قدم حسین قدم قدم آرام

Regd. L No. 7360

MONTHLY "MEESAQ" LAHORE

Vol. 32 APRIL 1983 No. 4

قدرتی گیس کا ضیاع روکیئے

ہمارے توانائی کے وسائل محدود ہیں ہم توانائی کے ضیاع کے متحمل نہیں ہو سکتے

گیس بچاکر
قومی معیشت کو
مستحکم بنائیے

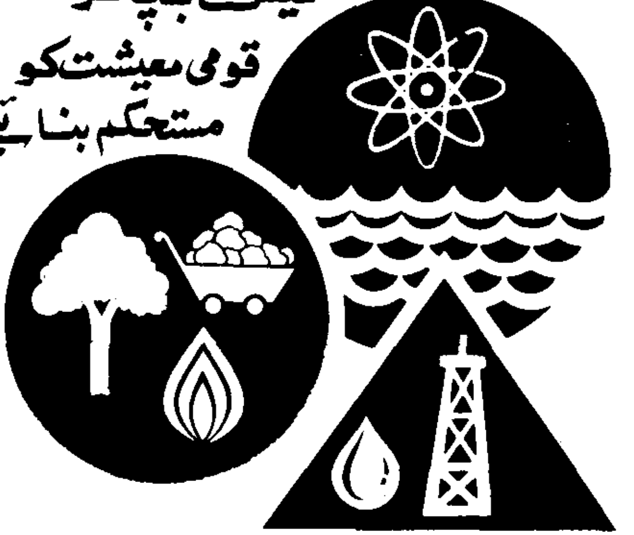

ہمارے ملک میں توانائی کے وسائل کی کمی ہے۔ توانائی کی ضروریات کثیر زرمبادلہ صرف کر کے پوری کی جاتی ہیں۔ ہماری صنعت، تجارت، زراعت کے شعبوں میں توانائی کی مانگ روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ آپ کی بچائی ہوئی توانائی ان اہم شعبوں کے فروغ میں کام آئے گی۔

قدرتی گیس بہت زیادہ
قیمتی ہے،
اسے ضائع نہ کیجئے

سوئی ناردرن گیس پائپ لائنز لمیٹڈ

SUI NORTHERN

SNGPL 4/80 paragon